پیار میرا رقیب

مینا ناز



انتساب!

ان بے خوبصورت کلیوں کے نام
جو بن کھلے مرجھا گئیں

مینا ناز

وہ بڑی نک چڑھی لڑکی تھی۔ حالانکہ اس قدر خوبصورت بھی نہیں تھی کہ ہزاروں سینکڑوں میں اس کا شمار کیا جاتا۔

سانولے سے تیکھے نقوش والی وہ ایک عام سی لڑکی تھی لیکن چہرے کے تیکھے نقوش پر ظالم کی آنکھیں کچھ ایسی قدرت نے بنا ڈالی تھیں کہ جاوید دل و جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

کٹار سی آنکھیں، اور بات کرنے کے دوران آنکھوں پر سایہ کیے ہوئے سرمئی پردوں کے غلاف کو بار بار جھپکانا اسے اس قدر اچھا لگتا تھا کہ وہ اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ کمبخت نے جوانی بھی شاید محلے کی تمام کنواریوں سے مستعار لی تھی۔

نام نہرو تھا بوڑھے جمال کی بیٹی تھی جو ٹھیلے پر سبزی لگا کر گلیوں میں پھیری لگایا کرتا تھا۔

جاوید سہارن پور سے آیا تھا۔ خاندانی زمیندار تھا۔ حالانکہ باپ دادا کھیتی باڑی کرتے چلے آرہے تھے۔ لیکن بد قسمتی سے بی اے کرنے کے بعد اسے ملازمت کی سوجھی تھی۔ لہذا سہارن پور جیسے سرسبز و شاداب خطے کی آب و ہوا کو چھوڑ کر شہر چلا آیا تھا اور بڑی مشکل سے اسے محلے میں مکان ملا تھا۔

چالیس سالہ عائشہ جو اب بڑھاپے کی طرف تیزی سے بڑھ رہی تھی اس نے جاوید پر ترس کھا کر مکان تو دے دیا تھا لیکن کچھ شرطیں بھی عائد کر دی تھیں۔

دو کمروں پر مشتمل ایک چھوٹا سا مکان تھا لیکن صحن کچا تھا مگر جاوید دیہاتی زندگی کا عادی تھا اس نے بیس بائیس سال گاؤں کی بنجر زمین کی نذر کر دیئے تھے۔

پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اسے عائشہ کا مکان پسند نہ آیا ہو۔
کرایہ چالیس روپے طے ہوا تھا جو جاوید نے ایڈوانس دے دیا تھا اب اس کے پاس صرف تیس روپے بچے تھے جو اس کی کل پونجی تھی۔

گھر والوں سے لڑ جھگڑ کر شہر آیا تھا۔ کیونکہ اس کے والدین ملازمت کے سخت خلاف تھے۔ لیکن پڑھائی کے دوران جاوید کو شہری زندگی کچھ ایسی بھا گئی تھی کہ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ گاؤں کی زندگی سے بیزار ہو گیا۔

پھر دو دن کی تلاش بسیار کے بعد اسے ایک نواحی علاقے میں ایک چھوٹا سا مکان مل گیا۔ لیکن دو تین دن بعد ہی اسے اپنی مالکن عائشہ کے بارے میں اتنی ساری معلومات حاصل ہو گئیں کہ وہ ہر وقت سہما رہتا۔

محلے کے کارنر پر ایک کیفے تھا جسے بوڑھا دینو چلا رہا تھا جب اس نے وہاں دو دن صبح صبح ناشتہ کیا تو بوڑھا دینو اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"کیوں بابو تم عائشہ کے مکان میں رہتے ہو؟"

"جی ہاں"

اقرار کرتے وقت اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی جرم کا اقرار کر رہا ہو۔

بوڑھا دینو پھر مسکرایا — اور جاوید اس کی مسکراہٹ سے الجھن میں پڑ گیا تھا۔

چائے کے آخری گھونٹ کو حلق سے اتارتے ہوئے اس نے استفسار بھی کیا۔

"کیا مکان لے کر میں نے کوئی غلطی کی ہے؟"

"بس دوسرے مکان کا بندوبست کر کے چھوڑنا۔"

"کیوں؟"

جاوید کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔

"اس مکان میں بڑے بڑے کرائے دار آئے اور چلے گئے۔ وہ بڑی عجیب وغریب عورت۔ جواری شرابی اور آزاد منش قسم کی فطرت رکھنے والا انسان تو اسے قطعی پسند نہیں، جیسے ہی اسے معلوم ہوا کہ ان تینوں چیزوں میں سے کوئی بات موجود ہے تو اس غریب کے سامان کو اٹھوا کر گلی میں پھینک دیا کرتی ہے اگر کرایہ کو ایک دن بھی دیر ہو جائے تب بھی سامان کی خیر نہیں، اگر گھر آٹھ بجے رات کے بعد آئے تو تب بھی خطرہ۔"

جاوید نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔

"مجھ میں اس قسم کی کوئی برائی نہیں البتہ کرائے کے بارے بس کچھ فکر مند ہوں۔ حالانکہ ایک ماہ کا ایڈوانس ادا کر دیا ہے، لیکن مزید کرایہ اس وقت ہی ادا کر سکتا ہوں ـــــ اگر کہیں ملازمت مل گئی۔ ورنہ ـــــ پھر شاید ـــــ"

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا تھا۔

چار پانچ دن کے اندر اندر اس نے پورے شہر کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔

لیکن اسے ملازمت نہیں مل سکی تھی، کرائے بھاڑے اور تین وقت پیٹ پوجا سے بچی کھچی رقم بھی دم توڑ رہی تھی، زیادہ سے زیادہ دو دن مزید نکال سکتا تھا۔

وہ رات کو ہر ممکن طریقے سے آٹھ بجے سے پہلے گھر لوٹ آتا تھا۔ کہیں سامان سے بھی ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔

پرسوں وہ پھر قسمت آزمانے اور شہر کی خاک چھاننے جا رہا تھا کہ اچانک ایک لڑکی مکان میں داخل ہوئی۔

یہ وہی تھی جس پر جوانی قیامت بن کر آئی تھی، جاوید جو کمرے سے باہر جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر کمرے کے دروازے پر ہی رک گیا۔

بھرے بھرے جسم کے اعضا والی یہ سانولے سے رنگ کی لڑکی اسے بڑی اچھی لگی تھی۔

اچھی اس لئے لگی تھی کہ اس نے جاوید کو دیکھ کر پہلے تو ناک بھوں چڑھائی تھی۔ پھر دو تین بار پلکیں جھپکائی تھیں، پھر بڑی لاپروائی سے وہ مکان مالکن عائشہ کی طرف بڑھ گئی تھی جو صحن میں بیٹھی سبزی بنا رہی تھی۔

"آؤ بہرو ـــــ ادھر چارپائی پر بیٹھ جاؤ۔"

"بالو پیسے مانگ رہے ہیں۔"

"بالو کو بولو چھتری تلے دم لے ابھی دو گھروں سے لینے نہیں گئی رات کو مکا بخار ہو گیا تھا اب بھی انگ انگ ٹوٹ رہا ہے سبزی بنانے کے بعد جاؤں گی۔ پھر آ کر لے جانا۔"

"بالو کہہ رہے تھے کہ اب گو بھی بہت اچھی مل گئی ہے اگر کہو تو ایک پھول بھجوا دوں۔"

"اگر یہ بات ہے تو خود پکا لے ــــ اور رات کو میرے لئے بھی بھیج دے۔"

"واہ خالہ۔ یہ اچھی رہی۔" مہرو ہنس پڑی تھی۔ اور جاوید کے کانوں میں جیسے جلترنگ بج اٹھے ہوں۔ وہ دروازے میں کھڑا کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

مہرو واپس جا رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ایکبار پھر ملیں۔ اس نے پھر ناک چڑھایا تھا۔ پلکیں جھپکی تھیں اور پھر بڑی لاپرواہی سے دروازے کی دہلیز پار کر گئی تھی۔

اچانک اسے عالتنر کی آواز سنائی دی۔

"بابو ذرا اِدھر آنا۔"

جاوید کا دل دھڑک اٹھا تھا۔ شاید اس کی چوری پکڑی گئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے تو اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کا تمام سامان باہر گلی میں پڑا ہو، اور اس کی شرافت کا منہ چڑا رہا ہو۔

وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس کے قریب جا پہنچا۔

"کوئی نوکری ووکری بھی ملی کہ نہیں۔"

"ابھی نہیں۔"

"میں نے سوچا ہے کہ اپنے لئے جو کھانا پکاتی ہوں تو تمہارے لئے بھی پکا دیا کروں۔ تم اگر مہینہ مقرر کر دو تمہارے پیسے بھی بچ جایا کریں گے اور پھر گھر کی دال باہر کی مرغی کے برابر ہوتی ہے۔"

"بڑی مہربانی آپ کی ــــ لیکن ــــ"

"کہو ــ کہو ــ کیا بات ہے؟" وہ بڑے مربیانہ انداز میں سبزی کاٹتے ہوئے بولی۔

"ذرا ملازمت مل جائے پھر مناسب رہے گا۔"

"اچھا ٹھیک ہے ــــ جیسے تمہاری مرضی ــــ" وہ لاپرواہی سے بولی۔

اور جاوید جلدی سے باہر نکل آیا۔

"تو اس کا نام مہرو تھا۔"

جاوید بڑبڑایا۔

پھر دوسرے ہی لمحے اسے بوڑھے دینو کے الفاظ یاد آ گئے کہ عاشق مزاج لوگ بھی اس کے مکان میں نہیں ٹھہر سکتے وہ سامان باہر پھینکنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہیں کرے گی۔

"لاحول ولاقوۃ۔"

جاوید بڑبڑایا۔

پھر سارا دن لو ویکنسی کے الفاظ سن سن کر بور ہو گیا اور اس قدر تھک گیا کہ ایک پارک کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کا دل چاہا کہ کچھ گھاس پر لیٹ کر آرام کرے۔

شام تک وہ وہیں لیٹا اپنی خالی جیب کو گھورتا رہا جس میں اب صرف دو آنے کھنک رہے تھے۔

اس کا دل چاہا کہ گاؤں واپس لوٹ جائے۔ مگر غیرت نے گوارا نہ کیا وہ جس انداز سے گھر سے نکلا تھا۔ اب غیرت واپسی کا تقاضا نہیں کرتی تھی۔

مگر بھوکے پیٹ وہ کب تک زندہ رہ سکتا تھا۔

شام کو سات بجے جب وہ گھر پہنچا تو جیب میں پانچ آنے رہ گئے تھے جنہیں اس نے بار بار گنا تھا کہ شاید چھ آنے ہو جائیں لیکن وہ تھے ہی پانچ آنے۔

چہرے پر مایوسیوں کی گھٹائیں لیے وہ بستر پر دراز ہو گیا تھا اس نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ البتہ اس نے صبح بوڑھے ڈینو کے ہوٹل سے چار آنے کی چائے اور مکھن کے بغیر چار آنے والا بند ضرور کھا لیا تھا۔

لیکن کب تک چلتا بستر پر لیٹتے ہی بھوک نے انتڑیوں میں دھواں سا چھوڑ دیا۔

وہ بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔

دوسرے کمرے میں عائشہ سو رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس قدر ذلیل عورت ہے۔ ایک کمرے کے چالیس روپے وصول کرتی ہے۔ حالانکہ صرف ایک کمرہ جیسا کہ یہ ہے، پندرہ بیس روپے سے زیادہ کا نہیں۔

اگر وہ مجھے بیس روپے ایمانداری سے واپس کر دے تو چار پانچ

روز مزید چل سکتے ہیں اور پھر شاید ملازمت کا بندوبست بھی ہو جائے مگر یہ بات کہنے کے لئے وہ ہمت کہاں سے لاتا۔

بارہ بجے تک وہ بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ خالی پیٹ نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

دو گھنٹے مزید اس نے بے بسی سے کروٹیں بدلتے گزار دیئے جب بھوک کی شدت برداشت کی حد سے پھلانگ گئی تو اچانک اسے ایک انوکھا خیال آگیا۔

کہ وہ کیوں نہ باورچی خانے کا رخ کرے اور محترمہ عائشہ کا بچا کھچا کھانا اڑا لے۔ بشرطیکہ کچھ بچا رہ گیا ہو۔

اس خیال کا آنا ہی تھا کہ وہ جلدی سے لحاف پرے پھینک کر باہر نکل آیا۔

دروازہ کھولا ـــ بالکل چوروں کی طرح ـــ دبے پاؤں وہ صحن میں آیا۔

پورا صحن اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دوسرے کمرے کی طرف دیکھتا رہا کہ مبادا کہیں وہ باہر نہ نکل آئے۔ یا اسے دیکھ ہی نہ رہی ہو۔

لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

یہ صرف اس کا وہم تھا ـــ وہ اس کی طرح بھوکی نہیں تھی۔ پیٹ بھر کر سوئی تھی۔

جاوید باورچی خانے میں داخل ہوا۔ اس نے دروازہ بڑی آہستگی سے کھولا تھا

لیکن اندر داخل ہوتے ہی اسے احساس ہوا جیسے وہ اندھا ہوگیا ہو کیونکہ ہاتھ کو ہاتھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ پھر وہ کھانے کے برتن کہاں سے تلاش کرتا۔

کچھ دیر تک وہ وہیں کھڑا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ پھر ماچس لینے کے لئے اپنے کمرے میں لوٹ آیا۔ وہ باورچی خانے کا بلب روشن نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ہو سکتا تھا کہ وہ روشنی دیکھ کر باہر نکل آتی۔ البتہ دیا سلائی کی روشنی محدود تھی جس سے اسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

باورچی خانے میں واپس آکر اس نے دیا سلائی جلائی ——— اس کی رگڑ سے ہی وہ خوفزدہ ہوگیا ——— ہاتھ لرزا تو دیا سلائی بجھ گئی۔

"لعنت ہو تم پر ——"

وہ بلبلا اٹھا۔

ایک بار پھر اس نے دیا سلائی نکالی اور ماچس کے مسالے پر رگڑی۔ ایک شعلہ سا ابھرا۔

اور اس شعلے میں اسے برتن نظر آگئے۔

مگر برتن سے صرف آدھی روٹی مل سکی تھی۔

یہ سوچے بغیر کہ عائشہ کو اپنی آدھی روٹی کا پتہ چل جائے وہ سالن بھی نکال کر کھا گیا۔

پانی کا ایک پورا گلاس چڑھا کر وہ واپس لوٹ آیا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ بڑے آرام سے سو رہا تھا۔ پیٹ کی کم از کم آگ تو تھوڑی بہت کم ہوگئی تھی۔

صبح وہ بہت دیر سے اٹھا تھا۔ ظاہری بات تھی تمام رات وہ اپنی بھوک کا علاج کرتا رہا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو خود سے نہیں جاگا تھا۔ اسے جھنجھوڑ کر بیدار کرنے والی عائشہ تھی۔

"کیا رات پوست پی کر سوئے تھے؟" وہ بڑے مربیانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

جاوید ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔

پھر جیسے ہی اسے رات روٹی چرانے کا خیال آیا تو پوری جان سے لرز گیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اس سے اپنی آدھی روٹی کے بارے میں باز پرس کرنے آ گئی تھی۔

وہ ندامت سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ نگاہیں اٹھائیں لیکن وہ پھر جھک گئیں۔

"میں نے پوچھا تھا کہ رات نشہ کر کے سوئے تھے کیا؟" عائشہ نے

اپنا جملہ دہرایا۔

"نن.... نہیں تو" وہ بڑبڑا کر بولا۔

"پھر اتنی دیر سونے کا مطلب؟"

"میں کسی قسم کا نشہ نہیں کرتا۔"

"میں نے کب کہا کہ تم نشہ کرتے ہو۔ بے وقوف۔ میں نے تمہارے لئے چائے اور ڈبل روٹی کے ساتھ نان منگوا کر رکھا ہے، تیار ہو کر ناشتہ کر لو۔"

مگر——

یہ عنایت اس کی سمجھ میں نہ آئی۔

لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے ذہن میں ایک چنگاری سی چھوٹی

اس نے سوچا شاید بڑھیا کو معلوم یہ ہوا ہے کہ رات کو میں نے اس کی روٹی چرائی تھی، اس لئے یہ اس قدر مہربان ہو رہی ہے۔ شاید میری حالت پر اسے ترس آ گیا ہے۔

"اب اٹھ بھی جاؤ میں تمہاری ملازم نہیں ہوں"

"جج..... جی ... بہت.... بہتر اچھا"

وہ جلدی سے بستر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور عائشہ نہایت خاموشی سے واپس پلٹ گئی۔

"لعنت ہے اس زندگی پر"

وہ باتھ روم میں گھستا ہوا بڑبڑایا۔

"کیا سوچ رہی ہو گی یہ بڑھیا ــــ اُف ــــ یعنی آدھی روٹی کے لئے چوری کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

وہ پشیمان سا پھر کمرے میں لوٹ آیا لیکن چھوٹی تپائی پر چائے کا گلاس اور ایک پلیٹ میں ڈبل روٹی مکھن دیکھ کر اس کی بھوک چمک اٹھی۔

وہ بھوکوں کی طرح اس پر جھپٹا تھا۔ اور پھر دو تین منٹوں میں سب کچھ صاف ہو گیا۔

"کچھ اور لو گے؟"

اچانک دروازے سے عائشہ کی آواز ابھری۔

عائشہ باہر کھڑی اس کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے انتظار کر رہی تھی۔

"ششش ــــ شکریہ"

جاوید کے ہونٹ لرزے۔

"شکریہ کس بات کا ــــ ایک ایک پیسہ وصول کر لوں گی" عائشہ نے کہا۔

"بب.... بالکل ــــ ادا کر دوں گا ــــ آپ بہت اچھی ہیں ــــ" جاوید نے کہا۔

"مسکہ لگا رہے ہو چھوکرے" وہ زیرِ لب مسکرائی تھی۔

اور جاوید سوچتا ہی رہ گیا۔

وہ مسکراتے ہوئے واپس چلی گئی تھی۔

"مار ڈالے گی یہ بڑھیا۔ کمبخت کس طرح طنز کر رہی تھی" وہ بے بسی سے بڑبڑایا۔

کافی دیر تک وہ بستر پر بیٹھا رہا ــــ باہر جانے کے لئے اب کرایہ نہیں تھا۔

مگر غیرت گوارا نہیں کرتی تھی کہ عائشہ سے مانگے اسی ادھیڑ بن میں وہ پھر بستر پر لیٹ گیا۔

اچانک دروازے میں اسے وہ نظر آئی جو ہونٹ سکیوڑتے اسے گھور رہی تھی۔

جاوید جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"خالہ کہاں ہے ــــ؟" وہ لٹھ مارنے والے انداز میں بولی۔

"پپ..... پتہ نہیں ــــ" وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"پانی پیو گے" وہ اسے گھور کر بولی۔

"نہیں"

وہ روانی میں کہہ گیا۔

"پھر ہونٹوں پر زبان کیوں پھیر رہے ہو ــــ" وہ تیز لہجے میں بولی ــــ

"غلطی ہو گئی"

وہ ایک دم نروس ہو گیا۔

اور پھر بوکھلا کر بولا۔

"تمہاری خالہ یہاں نہیں ہیں"

اسے خطرہ پڑ گیا تھا کہ کہیں محترمہ عائشہ بیگم نے اگر دونوں کو ہم کلام دیکھ لیا تو کہیں سٹھیانہ جائے اور غریب کا بوریا بستر اٹھا کر باہر پھینک دے۔

"گھبرا تو ایسے رہے ہو ——— جیسے کھا ہی تو جاؤں گی میں تمہیں"

وہ بولی۔

"جاؤ نا یہاں کیوں کھڑی ہو" وہ چیخ پڑا۔ اسے بہر حال یہ پناہ گاہ عزیز تھی۔

"ارے کتے کی طرح بھونکنے کیوں لگے۔ کیا میں نے تمہارے منہ سے ہڈی چھین لی ہے"

جاوید کا ذہن بھاپ بن کر اڑ گیا۔

اس قدر بے باک ——— اور بدتمیز لڑکی اس نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔

"میں ... میں تمہیں بڑی اچھی لڑکی سمجھتا تھا"

"تو اب کیا برائی نکل آئی"

"بب ... برائی ———"

"ہاں بتاؤ ——— بتاؤ" وہ تیز ہو کر بولی۔

"آپ بہت اچھی ہیں خدا کے لئے تشریف لے جایئے۔ کیوں مکان

سے نکلوانا چاہتی ہو"

ہیرو نے اسے تیز نظروں سے گھور کر دیکھا ——— اور پھر ناک سکیڑ کر بولی۔

"بڑے بزدل انسان ہو" اتنا کہہ کر وہ اسے گھورتے ہوئے واپس لوٹ گئی۔

اور جاوید کا ذہن جل کر رہ گیا۔

وہ اسے بزدل کا طعنہ دے کر گالی دے گئی تھی۔ کس قدر نفرت اور حقارت تھی اس کے لہجے اور آنکھوں میں!

"میں پوچھتی ہوں خالہ کہاں گئی ہے"

اچانک وہ پھر آدھمکی۔

شاید عائشہ کہیں پڑوس میں چلی گئی تھی۔ تب ہی تو وہ دوبارہ آ نازل ہوئی تھی۔

جاوید نے اس بار خود اسے گھور کر دیکھا۔

"کیا اب کاٹنے دوڑو گے" وہ منہ بسور کر بولی۔

"تم لڑکی ہو یا پٹاخہ" جاوید جھنجھلا گیا۔

"اے مسٹر کرایہ دار۔ ہوش میں رہو۔ کچھ دن یہاں رہنا چاہتے ہو یا نہیں"

"میں یہاں رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن میرا نام مسٹر کرایہ دار نہیں ہے جاوید ہے"

"پھر میں کیا کروں ۔۔۔ مگر تم اس قدر بد دماغ کیوں ہو ۔۔۔" ہیرو نے کہا۔

"اور تم اس قدر چڑچڑی کیوں ہو۔"

"گالیاں دے رہے ہو۔"

"سچ بات تو یہ ہے کہ تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو ۔۔۔" جاوید نے پیار سے کہا۔

"بک ۔۔۔۔ کیا۔"

ہیرو کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے۔

"خدا کی قسم اچھی لگتی ہو۔"

جاوید سرگوشیانہ انداز میں میٹھی اور پیار بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"بے ۔۔۔۔ بے شرم۔"

وہ شرما گئی۔ اور پھر وہ اتنی تیزی سے وہاں سے بھاگی کہ جاوید سر کھجاتا رہ گیا۔

جاوید کے دل میں جیسے کوئی دیا جل اٹھا ہو ۔۔۔ خوشگوار اور خوش آئند دھڑکنوں کے احساس سے دبا دبا وہ مسکرایا۔ لیکن پھر یوں چونکا جیسے ابھی تک سوتا رہا ہو۔

عائشہ کی آواز آئی۔ سپاٹ دار آواز ۔۔۔ جو کسی بارود سے کم نہیں تھی۔ جاوید کو سنائی دی۔

"کیا تم تیار ہو گئے ہو۔"

جاوید خاموش رہا۔

عائشہ اندر چلی آئی اور آتے ہی بولی۔

"یہ اپنے کمائے کے پیسے رکھ لو ۔۔۔ پورے چالیس روپے ہیں جب ملازمت مل جائے واپس کر دینا ۔۔۔ رات کو کھانا بھی گھر ہی آ کر کھا لینا۔"

جاوید کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ اسے سخت حیرت ہوئی تھی اس بڑھیا پر۔ حالانکہ بوڑھا دینو کہتا تھا کہ ایک دن بھی کرایہ دار مکان کا کرایہ لیٹ کر دے تو پھر بوریا بستر گلی میں پھنکوا دیا کرتی ہے۔

مگر یہاں تو گنگا ہی الٹی بہہ رہی تھی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔"

"پھر مسکہ لگایا تم نے۔"

وہ مسکرائی ۔۔۔ اور جاوید کو پہلی بار احساس ہوا کہ یہ عورت بڑے خوبصورت انداز میں مسکرا رہی تھی اور اس کی مسکراہٹ میں کچھ ایسی بات ضرور تھی جو جاوید کو اجنبی سی لگی تھی۔ وہ پیسے جیب میں ڈال کر چلا گیا۔

مگر آج ملازمت ملنے سے زیادہ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ جس گھر میں وہ رہتا ہے وہاں کچھ پابندیاں ہیں۔

وہاں عشق کرنا سخت منع ہے۔

رات آٹھ بجے کے بعد گھر آنا جرم۔
شراب یا کوئی نشہ کرنا گناہ۔
جوا کھیلنا۔ پاپ۔
ملازمت کرنا ضروری نہیں لیکن روٹی ملنا مفت ضروری ہے۔
آخری جملے پر وہ خود ہی مسکرایا۔

ہونہہ بڑھیا مہربان معلوم ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عشق کیا جا سکتا ہے۔

مگر نہیں — ابھی نہیں۔ کہیں بھڑک نہ اٹھے۔ کم از کم ملازمت کا بندوبست ضرور ہونا چاہیئے۔

یہ مہرو بھی عجیب لڑکی ہے۔ نک چڑھی اور ——

وہ مزید کچھ نہ سوچ سکا۔ اسے مہرو کا شرمانا یاد آگیا تھا وہ کس طرح اپنا آپ چھوڑ کر بھاگی تھی۔ جیسے میں نے اسے شادی کا پیغام دے دیا ہو —— مگر ہے خوب تر —— میں اسے ضرور اپناؤں گا کمبخت دل میں آ بیٹھی ہے۔

وہ اس قسم کے خیالات میں مگن —— تمام دن مٹرگشت کرتا رہا ملازمت کے لئے آج اس نے کوشش بھی نہیں کی تھی۔ وہ گھر جلد ہی واپس لوٹ آیا۔

مہربان بڑھیا اسے کہیں نظر نہ آئی۔ شاید کہیں پڑوس میں گئی ہوئی تھی۔

جاوید نے لباس بدلا —— اور سگریٹ سلگا کر آرام سے بستر پر لیٹ گیا ——

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ایسے میں مہرو آجائے تو وہ کم از کم اپنی آنکھوں کی پیاس ہی بجھا لے۔

وہ بستر میں لیٹا اس کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔

وہ عام لڑکیوں سے مجھے بالکل مختلف نظر آئی تھی اور مختلف نظر آنے کی وجہ صرف اس کی آنکھیں تھیں۔ اس عمر میں اس رکھ رکھاؤ اور چال ڈھال میں عجیب طرح کا وقار تھا اور اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں شوخ سی لہریں ناقابل بیان کیفیت سی پیدا کر دیتی تھیں۔ ہاں اس کی آنکھیں میرے ذہن میں تو جیسے چمٹ کر رہ گئی ہوں۔ انہیں دیکھتے ہی میرے اندر بے چینی سی کیوں پیدا ہو جاتی ہے۔

گھنٹوں سوچنے کے باوجود بھی مجھے خود اپنی بے چینی کا سبب معلوم نہ ہوا۔

مگر کیوں ؟

آخر یہ آنکھیں اپنے اندر کیا رکھتی ہیں ؟

وہ نک چڑھی اور منہ پھٹ لڑکی میرے ذہن اور حواس پر کیوں سوار ہوئے جا رہی ہے۔

وہ بستر پر دراز اس کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ مختلف —— خیالات اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔

وہ آج تمام دن صرف اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا ــــ اور اسے اب یاد آ رہا تھا ــــ وہ صرف اس کی آنکھوں کے بارے میں... الجھن میں رہتا تھا۔

اس قسم کی آنکھیں دیکھنے میں کبھی نہیں آئی تھیں۔

"ارے تم کب آئے ؟"

عائشہ کی آواز نے اس کے خیالات کا شیرازہ بکھیر دیا۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ابھی کچھ دیر قبل آیا ہوں۔"

"آج تو بہت جلدی آ گئے۔ کیا کہیں ملازمت مل گئی ــــ ؟" عائشہ نے پوچھا۔

"نہیں۔" وہ بولا۔

"مت پرواہ کرو۔ مل جائے گی پریشان کیوں ہوتے ہو ــــ" اس نے پیار سے کہا۔

جاوید چونک پڑا۔

چونکنے کی بات تھی۔ عائشہ کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی جس نے اس کے ذہن میں چبھن سی پیدا کر دی تھی۔

اب جو اس نے عائشہ کی طرف دیکھا تو وہ اسے پچھلے دنوں سے کچھ زیادہ ہی خوبصورت معلوم ہوئی۔

چالیس سال کی عورت بالکل جوان نظر آ رہی تھی اور جواں اس لئے

نظر آ رہی تھی کہ اس نے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی اپنے آپ کو بنا سنوار رکھا تھا۔

یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے دس سال پیچھے لوٹ گئی ہو۔

جاوید کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے اپنی طرف دیکھنے کے انداز میں بھی وارفتگی ہو۔

"چائے پیو گے ؟"

وہ اپنی آواز میں ترنم پیدا کرتے ہوئے بولی۔

"مہربانی ہے آپ کی ؟"

جاوید آہستہ سے بولا۔

"بس ابھی لائی"

وہ مسکراتے ہوئے بولی ــــ اور تیزی کے ساتھ کمرے سے نکل آئی۔

اور وہ مسکراہٹ ــــ جاوید مزید الجھ گیا۔

چند منٹ تک وہ اسی کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس کی واپسی میں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔

چائے کا پیالہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ تم نے سگریٹ کب سے پینے شروع کر دیئے ــــ"

اس کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی جو جاوید کے ذہن میں جا چبھی

"میں نشہ نہیں کرتا۔"

وہ آہستہ سے بولا۔

"مجھے معلوم ہے۔"

وہ مسکرائی۔

اور جاوید نے جلدی سے چائے کی پیالی اس کے ہاتھ سے لے لی۔

عائشہ نے کرسی کھینچ کر چارپائی کے قریب ڈال لی اور پھر اس پر براجمان ہوتے ہوئے بولی۔

"نوکری اگر نہیں ملتی تو نہ ملے گھبرانے کی ضرورت نہیں روپے پیسے کی فکر مت کرنا۔ اس طرح صحت خراب ہو جاتی ہے۔ بس کوشش کرتے رہو۔ مل جائے گی۔"

جاوید سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔

اس قدر مہربانی!

آخر کیوں؟

وہ الجھتا چلا گیا۔

اسے معلوم تھا کہ عائشہ کا کوئی آگے پیچھے نہیں — دس بارہ سال قبل شوہر بیمار ہوا تھا۔ اور اسی بیماری کے دوران وہ اس دنیا سے چل بسا۔

اس غریب نے اولاد جیسی نعمت کی محرومی بھی دیکھی تھی۔

اور پھر عائشہ تن تنہا رہ گئی — اور اس نے پھر دوبارہ شادی نہیں کی۔

اپنی تنہائیوں کو دور کرنے کے لئے وہ اپنا مکان کرایہ پر دیتی رہتی تھی جس سے کچھ آمدنی بھی ہو جاتی تھی — اور گھر میں چہل پہل بھی رہتی تھی۔

لیکن — کوئی بھی کرایہ دار ایک دو ماہ سے زیادہ نہیں ٹکتا تھا جس کی وجہ — ان لوگوں کی بری عادتیں ہوتی تھیں۔

عائشہ ایسے انسانوں کو برداشت نہیں کرتی تھی جو آدھی رات کو گھر آنے کے عادی ہوں۔

وہ بڑی سخت عورت تھی — اپنی مرضی کے خلاف کوئی کام اسے پسند نہیں تھا۔

ان سب باتوں کو جاننے کے باوجود جاوید یہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ عورت دن بہ دن اس پر اس قدر مہربان کیوں ہوتی جا رہی ہے —!

اگر اس کے کوئی اولاد ہوتی۔ یا پھر کوئی جوان بیٹی ہوتی تو جاوید سوچتا کہ شاید بڑھیا اسے پسند کرنے لگی ہے اور اپنی لڑکی اسے دینے کے بارے میں سوچ رہی ہے۔

مگر یہاں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

وہ خزاں جیسی زندگی لئے رینگ رہی تھی۔ اس کے آنگن میں

کوئی پھول نہیں کھلا تھا۔

"چائے پیو ۔۔۔ کیا سوچ رہے ہو؟"

عائشہ نے آہستہ سے کہا۔

اور جاوید شرمسار سا ہو گیا۔

وہ خیالوں میں ایسا کھویا تھا کہ عائشہ کی موجودگی کو بھی فراموش کر بیٹھا تھا۔

چائے کے گھونٹ حلق سے اتارتے وقت اس نے کنکھیوں سے عائشہ کی طرف دیکھا جو قربان ہو جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

جاوید نے گڑبڑا کر نظروں کا زاویہ بدل دیا۔

لیکن پھر دوسرے ہی لمحے اسے محسوس ہوا جیسے وہ اسے دیکھے جا رہی ہے۔

اس نے پیالی جلدی ختم کر دی۔

"کھانا کتنے بجے کھاتے ہو؟"

اس نے پوچھا۔

"آٹھ بجے ۔۔۔"

جاوید نے جواب دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ عائشہ کچھ کہتی وہ جلدی سے بولا۔

"میں ذرا باہر تک جا رہا ہوں ۔۔۔ میرے پاس سگریٹ نہیں

"کون سے پیتے ہو۔ میں منگوا کے دیتی ہوں" وہ محبت سے سرشار لہجے میں بولی۔

"نہیں میں خود لے آتا ہوں"

وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر اس نے عائشہ کے جواب کا انتظار نہیں کیا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

وہ کمرے میں بند رہنا پسند نہیں کرتا تھا۔

نجانے بڑھیا اس سے کیا چاہتی تھی جو اس قدر مہربان ہوتی جا رہی تھی۔

گلی سنسان پڑی تھی۔

وہ عائشہ کے بارے میں سوچتا ہوا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے چلا جا رہا تھا۔

اچانک ایک دروازے سے اسے مہرو نکلتی نظر آئی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"کیوں گھر سے نکال دیئے گئے؟"

وہ سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

جاوید نے بوکھلا کر دونوں اطراف دیکھا۔ مگر گلی ویران ہی تھی۔

"یہ تمہارا گھر ہے؟"

اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں ——"

وہ حسبِ معمول پلکیں جھپکا کر بولی۔

جاوید نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ صرف ایک لمحے کے لئے ——

اور پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"بزدل"

اسے اپنے پیچھے تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی۔

جاوید کا ذہن جل گیا۔

لیکن اس نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ سیدھا بوڑھے دینو کے ہوٹل پر آ گیا تھا۔

اس کا حلق نجانے کیوں کڑوا ہو رہا تھا۔

مہرو کا اندازِ تخاطب اور لفظ بزدل اس کے ذہن کو ڈس گیا تھا۔

"میں تمہیں دکھاؤں گا کہ کس قدر بزدل ہوں۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بڑبڑایا۔

اس نے خواہ مخواہ بوڑھے دینو کو گھور کر دیکھا اور بوڑھے نے اپنی مخصوص قسم کی مسکراہٹ سے اس کا استقبال کیا۔ اور چائے کا کپ اس کے سامنے رکھ دیا۔

"سناؤ کیسی گزر رہی ہے ٹھیک ہو نا —— آج بہت جلد

لوٹ آئے ہو۔"

بوڑھے نے حسبِ معمول ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

جاوید نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔ نجانے کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ایک آدھ کا سر پھوڑ دے۔ اس پر جھنجلاہٹ سوار تھی۔

عائشہ اور مہرو ——

دونوں سمجھ میں نہ آنے والی پہیلیاں بنتی جا رہی تھیں۔ وہ مہرو کی آنکھوں میں ڈوب جانا چاہتا تھا اور ان کٹوروں کی تمام تر شراب اور رس پی لینا چاہتا تھا۔

لیکن وہ نک چڑھی لڑکی دوسری بار اسے بزدل کہہ گئی تھی۔

مگر کیوں؟

وہ اسے کس بنا پر بزدل سمجھتی ہے۔

اس نے کوئی خامی میرے اندر دیکھی تھی۔

"تمہاری مالکن کیسی ہے بابو؟"

بوڑھے دینو کی سرگوشی اس کے کانوں میں سیسے کی مانند اتر گئی۔

وہ چونک پڑا۔ اور بولا۔

"ابھی تک تو ٹھیک ہے۔"

"اگر کچھ دن رہنا چاہتے ہو تو ذرا محتاط ہی رہنا۔" بوڑھے نے محتاط

لہجے میں کہا۔

جاوید نے اسے گھور کر دیکھا۔

پھر برا سا منہ بنا کر بولا۔

"مجھ میں کون سی برائی ہے جس سے مجھے کوئی خطرہ ہو"

"تمہارے بھلے کی کہہ رہا ہوں بابو۔ برا مت مانو۔ پورے محلے میں اس کی سخت گیری ایک مثالی حیثیت رکھتی۔ اپنی مرضی کے خلاف وہ کوئی شے پسند نہیں کرتی"

بوڑھے نے کہا۔

جاوید نجانے کیوں مسکرا پڑا۔

اس وقت ہوٹل میں اس کے علاوہ کوئی گاہک نہیں تھا لہذا وہ لاپرواہی سے بولا۔

"لیکن وہ مجھ پر بہت مہربان ہے" اتنا کہہ کر اس نے چائے کا گھونٹ لیا۔

پھر بوڑھے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"کھانا بھی ادھار اس سے مل رہا ہے اور کرائے کی رقم جو ادا کر چکا تھا واپس قرض لے چکا ہوں اور وہ بھی اس شرط پر کہ ملازمت مل جانے کی صورت میں واپس کر دوں گا"

"حیرت ہے مجھے تو یقین نہیں آیا"

بوڑھے دینو نے کہا۔

"تمہاری باتوں کو سن کر جو تم نے اس کے بارے میں مجھے بتائی تھیں، یقین تو مجھے بھی نہیں آ رہا ہے۔ یقین کرو دینو — وہ مجھ پر ضرورت سے زیادہ ہی مہربان ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے اس کے بارے میں جھوٹ سے کام لیا تھا"

"نہیں بابو — مجھے بھلا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی ویسے مجھے تمہاری باتیں سن کر حیرت ہو رہی ہے — پورا محلہ اسے پندرہ سال سے جانتا ہے — جب وہ بیوہ بھی نہیں ہوئی تھی"

بوڑھے کے لہجے میں حیرت تھی۔

جاوید مسکرا دیا۔

"ذرا ایک پیکٹ سگریٹ بھی دے دو"

بوڑھے نے کیپسٹن کا ایک پیکٹ شوکیس سے نکال کر اسے دیا اور بولا۔

"قسمت والے ہو بابو — مگر یہ گنگا الٹی کیوں بہہ رہی ہے"

بوڑھے نے پوچھا تو جاوید نے صرف مسکرانے پر اکتفا کی۔ پھر ذرا رک کر اس نے پوچھا۔

"دینو یہ عورت کردار کی کیسی ہے"

"کیا مطلب"

بوڑھا چونک گیا۔

جاوید کو اپنی غلطی کا احساس فوراً ہی ہو گیا۔ پھر اس نے بات کو بنانا چاہا اور جلدی سے بولا۔

"میرا مطلب تھا جھگڑالو تو نہیں ہے۔"

"نہیں — نہیں بابو اس معاملے میں وہ بہت اچھی عورت ہے۔ ملنسار اور دوسروں کے دکھ درد میں کام آنے والی۔ وہ بڑی حساس اور نیک نام عورت ہے بابو۔"

"شکریہ دینو — میرا مطلب بھی یہی تھا کہ کہیں محلے میں اپنے برے سلوک کی وجہ سے بدنام نہ ہو۔"

جاوید نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"محلے میں ہر کوئی اس کی عزت کرتا ہے بس کچھ اصول ہیں اس کے۔ اور یہ اصول صرف اس لئے اس نے بنائے ہیں کہ اس کے خاوند میں وہ تمام چیزیں موجود تھیں۔ جس سے وہ نفرت کرتی تھی اس کا شوہر جوا کھیلتا تھا۔ شراب پیتا تھا اور رات گئے گھر لوٹتا تھا۔ جس وجہ سے میاں بیوی میں اکثر جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آج بھی ایسے لوگوں سے نفرت کرتی ہے جو اس قسم کی برائیوں میں ملوث ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے مجھ میں ایسی کوئی بات نہیں —" جاوید نے مسکرا کر کہا۔

"پھر تو کافی دن رہ لو گے۔" بوڑھے نے اس کی طرف عجیب سی

نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

جاوید نے بڑی لاپرواہی سے سگریٹ کو شعلہ دکھایا اور ایک گہرا کش لے کر بولا۔

"ہاں۔ واقعی بہت خوش نصیب ہوں۔"

اتنے میں محلے کے دو بزرگ آکر بیٹھ گئے تھے۔ جاوید اب کوئی مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ گھر بھی نہیں جانا چاہتا تھا نجانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ آج ایک عدد فلم دیکھ ڈالے۔

ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک سینما تو تھا نجانے کونسی فلم دکھائی جا رہی تھی۔

وہ دینو کو پیسے دے کر باہر نکل آیا۔ اس کے قدم سینما کی جانب اٹھ رہے تھے۔

کوئی اردو فلم تھی جس نے اسے کافی بور کیا تھا۔ گھر پہنچتے پہنچتے اسے دس بج گئے تھے۔

ان دس بارہ دنوں میں پہلی مرتبہ وہ آٹھ بجے کے بعد گھر لوٹ رہا تھا اور وہ جانتا تھا کہ یہ بات عائشہ کو پسند نہ تھی۔ مگر وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اسے کہاں تک برداشت کرتی ہے۔ اگر بات بڑھی تو معذرت مانگ لے گا — اور وعدہ کرے گا کہ آئندہ دیر سے نہیں آئے گا۔

پوری گلی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ شاید کسی شریر بچے نے گلی کے واحد بلب کو پھوڑ دیا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ مکان کی طرف بڑھتا رہا۔

اچانک مہرو کے مکان کے سامنے سے گزرتے وقت وہ لڑکھڑا گیا۔

لڑکھڑانے کی وجہ مہرو کی سرگوشی بنی تھی۔ شاید وہ دروازے میں کھڑی تھی۔

اس کے کانوں میں مہرو کی آواز گونجی۔

"گھر دیر سے آنے والوں کا خالہ بہت برا حشر کیا کرتی ہے۔"

"تمہارے پیٹ میں کیوں درد ہو رہا ہے۔" جاوید نے بھی سرگوشی کی۔

"تم مجھے اچھے لگتے ہو اس لیے نہیں چاہتی کہ بڑھیا کے ہاتھوں ذلیل ہو کر نکلو۔"

جاوید کے ذہن میں جیسے ایک ساتھ کئی جلترنگ بج اٹھے ہوں اور جیسے بے شمار قندیلیں ایک ساتھ روشن ہو گئی ہوں۔

"شکریہ —— میں تمہارے الفاظ یاد رکھوں گا۔" اتنا کہہ کر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی آگے بڑھ گیا۔

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دس بجے رات کو دروازے میں کھڑی کیا کر رہی تھی۔

وہ سوچتے ہوئے مکان کے دروازے تک جا پہنچا۔ مہرو کے الفاظ —— محبت سے بھرپور آواز —— اس کے حواس پر نشہ سا طاری کیے ہوئے تھی۔

"مجھے بھی تم اچھے لگتے ہو۔"

ان الفاظ میں کیا تھا؟

سب کچھ۔ ہاں سب کچھ۔ ایک جوان مشرقی لڑکی نے دبے اور محتاط انداز میں اپنی پسند کا اظہار کیا تھا۔

جاوید کا دل اسے حاصل کرنے کے لیے مچل گیا۔ وہ خود ہی پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی گود میں آ گری تھی۔

دروازہ کھلا ہوا تھا —— ہاتھ کے دباؤ سے اس کے پٹ کھل گئے تھے۔

اپنے کمرے میں روشنی دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا تھا شاید عائشہ نے لائٹ آن کر رکھی تھی۔

وہ خاموشی سے دبے پاؤں اپنے کمرے تک جا پہنچا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بری طرح لڑکھڑا گیا اس کے چہرے کا رنگ ایک دم زرد پڑ گیا تھا۔

سامنے کرسی پر عائشہ موجود تھی اور آنکھیں بند کیے کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے آنکھیں کھول کر جاوید کی طرف دیکھا

جاوید نے دیکھا کہ اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات و تاثرات سے یکسر عاری تھا۔

وہ کرسی چھوڑ کر اٹھ گئی ——— اور نہایت خاموشی سے باہر نکل گئی۔

جاوید لڑکھڑا کر اندر آ گیا۔

اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

کہیں اس کی یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ نہ ہو۔ کس قدر سنگین خاموشی کی تہہ تھی اس کے چہرے پر۔

"لعنت ہے مجھ پر ——— خواہ مخواہ فلم دیکھنے چلا گیا۔"

جاوید بڑبڑایا۔

پھر وہ یکلخت سنبھل گیا۔ کیونکہ کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ پھر ادھر آ رہی ہے۔

وہ اندر داخل ہوئی۔

اس کے ہاتھوں پہ کھانے کی ٹرے تھی۔

جاوید کا ذہن بھاپ بن کر اڑ گیا۔

"وقت پر کھانا کھانے سے صحت خراب نہیں ہوتی۔" وہ بڑے سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

اور جاوید اپنی جگہ پہلو بدل کر رہ گیا۔

اس نے کچھ کہنا چاہا، لیکن ہونٹ صرف لرز کر رہ گئے۔

"جلدی کھانا کھا لو۔ مجھے سونا بھی ہے۔" انداز میں اب بھی وہی لاپرواہی تھی۔

جاوید کو یوں محسوس ہوا جیسے بکرے کو ذبح کرنے سے پہلے بنایا سنوارا جا رہا ہو۔ اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"مم ..... میں دراصل فلم دیکھنے چلا گیا تھا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ اس کا چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔

"اگر آپ نے برا مانا ہے تو پھر نہیں جاؤں گا۔"

"میں نے تم سے ایسی کوئی بات نہیں پوچھی۔"

"لیکن مجھے احساس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو بے حد زحمت ہوئی ———"

عائشہ کے چہرے پر کچھ رنگ پھیلے۔ اس نے کنکھیوں سے جاوید کی طرف دیکھا۔

پھر بڑے معصوم انداز میں بولی

"رات کو دیر سے آنا ہوا کرے تو بتا دیا کرو۔"

"جی ..... بہتر ——" جاوید کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہو گیا اور پھر اس نے جلدی جلدی دو چار لقمے حلق سے اتارے تاکہ جلدی جان چھوٹ جائے۔"

کچھ دیر بعد وہ برتن لے کر چلی گئی۔

بغیر کچھ کہے سنے ـــــ اور یہی بات جاوید کے ذہن میں بری طرح کھٹک رہی تھی۔

ایک نامعلوم سی چبھن اور بے نام سا خوف اس کے حواس پر چھا چکا تھا۔ وہ اس کا دیر سے گھر آنا بھی برداشت کر گئی تھی۔

ہاں اس نے کوئی بات نہیں کی تھی جیسے اس کا دیر سے آنا کوئی غیر معمولی بات نہ ہو۔ لیکن جاوید جانتا تھا کہ اسے ذہنی طور پر شدید جھٹکا لگا ہوگا۔ مگر اس نے برداشت کیا۔

آخر کیوں ؟

آخر وہ اس سے چاہتی کیا ہے ؟

وہ کافی دیر تک کروٹیں بدلتا رہا۔ ذہن بری طرح پراگندہ ہوگیا تھا۔ خیالات کی یلغار نے اسے تھکا دیا۔ اور پھر الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ وہ سوگیا۔

یہ سوچ کر کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

وہ مسکرائے جا رہی تھی اور جاوید سر سے پاؤں تک موم کی طرح پگھلتا جا رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کا تصادم بڑا جان لیوا تھا وہ وارفتگی کے عالم میں کئی قدم اس کی طرف بڑھ گیا۔

صبح اس کی آنکھ کسی شور کی وجہ سے کھلی تھی — بڑا عجیب شور تھا۔ جاوید نے جب غور کیا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے بڑی زور سے بارش ہو رہی ہو۔ مگر اس بارش کے شور میں اسے مہرو کے باتیں کرنے کی آواز بھی سنائی دی تھی

شاید وہ عائشہ سے محوِ گفتگو تھی مگر اتنی بارش میں وہ یہاں کیا کرنے آئی تھی۔؟

وہ بستر چھوڑ کر اٹھ گیا۔ دروازہ کھول کر جب وہ باہر برآمدے میں آیا تو بارش واقعی بڑی زوردار تھی۔ پورا آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

صحن میں برسات کے پانی کو دیکھ کر جاوید نے اندازہ لگایا کہ بارش دس پندرہ منٹ قبل شروع ہوئی ہوگی۔

عائشہ مہرو کو اپنے کمرے کے سامنے لئے کھڑی تھی۔ پہلے مہرو نے ہی اسے دیکھا تھا۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر تنفر آمیز کھنچاؤ دیکھ کر جاوید کے ذہن کو جھٹکا سا لگا تھا۔ یہ رات والی مہرو تو نہیں تھی۔ اچانک مہرو نے عائشہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"خالہ — یہ تمہارا کرایہ دار — نماز وغیرہ پڑھتا ہے یا نہیں جو دن چڑھے تک سوتا رہتا ہے۔"

عائشہ نے گھوم کر جاوید کی طرف دیکھا۔ پھر جلدی سے مہرو سے بولی —

"یہ بارش تو شاید تمام دن بند نہیں ہوگی۔"

"مجھے معلوم ہوتا تو ادھر آتی ہی نہ۔ پھنس کر رہ گئی ہوں۔" مہرو نے کنکھیوں سے جاوید کی طرف دیکھ کر عائشہ سے کہا۔

"چلو یہ بھی تمہارا اپنا گھر ہے۔ تم کمرے میں چل کر بیٹھو۔ میں ذرا چائے دے آؤں۔"

"ارے تو کیا کھانا ابھی یہیں کھاتا ہے۔"

"ہاں مہینہ کر لیا ہے۔" عائشہ جلدی سے بولی۔

"کہیں کھا پی کر بھاگ نہ جائے۔"

مہرو نے سرگوشی کی۔ لیکن جاوید نے اس کا جملہ سن لیا تھا وہ اندر ہی اندر جل کر کباب ہو گیا۔

عائشہ مسکرا پڑی۔ اور بولی۔

"بھاگ جائے گا تو میرا کیا لے جائیگا۔ اپنی قسمت کا کھا جائے گ

"واہ خالہ — آج کل تو بڑی حاتم بنی ہوئی ہو"

"اچھا زیادہ باتیں مت بناؤ — بس اسے چائے دے آؤں تم اندر بیٹھو"

"تم جاؤ خالہ — میں یہیں ٹھیک ہوں — برسات نے تو سردی کر دی ہے"۔

عائشہ جلدی سے باورچی خانے کی طرف بڑھی۔ لیکن جاوید نے اسے روکنا چاہا کہ کیوں اس قدر مہربان ہو کر بارش میں بھیگ کر نمو کرانا چاہتی ہو۔

مگر وہ خاموش رہا۔

اپنے ہونٹوں کو جنبش تک نہ دے سکا۔ عائشہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی باورچی خانے میں جا گھسی۔

"اے —"

مہرو کی سرگوشی پہ جاوید چونکا۔

پھر جیسے ہی دونوں کی نظریں ملیں۔ مہرو نے اسے جھک کر سلا کیا۔ بڑی پیاری ادا تھی۔

جاوید کے دل کے کنول کھل اٹھے۔ وہ مسکرایا۔

پھر مہرو نے ہاتھوں کے اشارے سے اسے بتانے کی کوش کی کہ وہ اس بارش میں صرف اسے سلام کرنے آئی تھی۔

جاوید کا جی چاہا کہ آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لے لے۔ لیکن بڑھیا کا خوف دامن گیر تھا۔

وہ مسکرائے جا رہی تھی۔

اور جاوید سر سے پاؤں تک موم کی طرح پگھلتا جا رہا تھا اس کی نگاہوں کا تصادم بڑا جان لیوا تھا۔

وہ وارفتگی میں کئی قدم اس کی طرف بڑھ گیا۔ پھر جیسے ہی مہرو نے اندر کمرے میں چھلانگ لگائی تھی۔ جاوید ایک دم جیسے ہوش میں آ گیا ہو — اس نے گھوم کر باورچی خانے کی طرف دیکھا۔ لیکن عائشہ ابھی اندر ہی تھی۔

جاوید خود بھی اپنے کمرے کی طرف جانے کی بجائے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ خود بھی بھیگ گیا تھا۔ کیونکہ باتھ روم صحن کے مشرقی کونے میں تھا۔ اور وہیں نل تھا۔

جاوید نے جلدی سے کلی کی اور واپس بھاگ کھڑا ہوا برآمدے تک پہنچتے پہنچتے وہ پوری طرح بھیگ چکا تھا۔

"ارے کیا پاگل ہو گئے ہو — میں گرم پانی لا رہی تھی تمہارے منہ ہاتھ دھونے کے لئے"

عائشہ جھلا کر بولی — لیکن لہجے میں محبت کی آمیزش بدرجہ اتم موجود تھی۔

"گرم پانی منہ ہاتھ دھونے کے لئے" جاوید بڑبڑایا۔ مگر اس نے

پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ بدھا کمرے میں آگھا تھا۔

عائشہ آئی۔ وہ بارش سے بھیگی ہوئی تھی۔ جاوید نے پہلی بار اسے گھور کر دیکھا۔

عائشہ خود بھی اسے بہتر نظروں سے گھور رہی تھی۔ لیکن دونوں کا انداز مختلف تھا۔

"آپ آخر اس غریب پر اس قدر مہربان کیوں ہیں؟" جاوید آہستہ سے بولا۔

وہ مسکرا دی۔

"لو چائے پی لو —"

جاوید نے پیالی لے لی اور بولا۔

"آپ بیمار ہو جائیں گی۔ کپڑے بدل لیجیے۔"

عائشہ پھر مسکرائی۔ اور سینے پر دوپٹہ پھیلاتے ہوئے یوں باہر نکلی جیسے سولہ سال کی لڑکی ہو۔

"یا پروردگار — کیا مصیبت آنے والی ہے میرے اوپر۔"

جاوید بڑبڑایا۔

دوسرے کمرے میں مہرو موجود تھی۔ عائشہ کو دیکھتے ہی حیرت سے بولی۔

"تم تو بھیگ گئیں خالہ —"

"ہاں مجھے معلوم ہے —" وہ سامنے الماری کی طرف بڑھتے

ہوئے بولی۔

مہرو اسے گھورے جا رہی تھی۔ عائشہ نے خاموشی سے نیا جوڑا نکالا اور بولی۔

"اے مہرو۔ ذرا منہ پھیر لو۔ میں کپڑے بدل رہی ہوں۔"

"خالہ میں پھٹ جانے والی ہوں۔"

"کیوں تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"یہ عنایتیں کس حساب میں ہو رہی ہیں؟"

"ارے پردیسی ہے بے چارہ۔"

عائشہ مسکرائی۔

"وہ بے چارہ ہے خالہ؟"

"ہاں مہرو — تم نہیں جانتی۔ ترسوں رات معلوم نہیں غریب پر کیا گزری۔ آدھی رات کو باورچی خانے میں گھس کر میری آدھی روٹی جو بچی پڑی تھی چوری کر کے کھا گیا۔ مجھے جب صبح معلوم ہوا تو دل تھام کر رہ گئی۔ پتہ نہیں کب سے بھوکا تھا۔ بڑا ترس آیا مجھے۔ بس پھر سوچ لیا کہ جب تک اسے کہیں ملازمت نہیں ملتی۔ اس کے اخراجات برداشت کروں۔ پرسوں میں نے جو اس سے کرایہ لیا تھا واپس لوٹا دیا ہے۔"

"واہ خالہ — واہ کیا شان ہے۔"

مہرو ہنستی ہوئی بولی۔

پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ سیدھا کمرے میں آگھا تھا۔

عائشہ آئی۔ وہ بارش سے بھیگی ہوئی تھی۔ جاوید نے پہلی بار اسے گھور کر دیکھا۔

عائشہ خود بھی اسے تیز نظروں سے گھور رہی تھی۔ لیکن دونو کا انداز مختلف تھا۔

"آپ آخر اس غریب پر اس قدر مہربان کیوں ہیں" جاوید آہستہ سے بولا۔

وہ مسکرادی۔

"لو چائے پی لو —"

جاوید نے پیالی لے لی اور بولا۔

"آپ بیمار ہو جائیں گی۔ کپڑے بدل لیجئے"

عائشہ پھر مسکرائی۔ اور سینے پر دوپٹہ پیٹتے ہوئے یوں باہر جیسے سولہ سال کی لڑکی ہو۔

"یا پروردگار — کیا مصیبت آنے والی ہے میرے اوپر" جاوید بڑبڑایا۔

دوسرے کمرے میں مہرو موجود تھی۔ عائشہ کو دیکھتے ہی حیر سے بولی۔

"تم تو بھیگ گئیں خالہ —"

"ہاں مجھے معلوم ہے —" وہ سامنے الماری کی طرف بڑ

ہوئے بولی۔

مہرو اسے گھورے جا رہی تھی۔ عائشہ نے خاموشی سے نیا جوڑا نکالا اور بولی۔

"اے مہرو۔ ذرا منہ پھیر لو۔ میں کپڑے بدل رہی ہوں"

"خالہ میں پھٹ جانے والی ہوں"

"کیوں تمہیں کیا تکلیف ہے"

"یہ عنائتیں کس حساب میں ہو رہی ہیں"

"ارے پردیسی ہے بے چارہ"

عائشہ مسکرائی۔

"وہ بے چارہ ہے خالہ"

"ہاں مہرو — تم نہیں جانتی۔ ترسوں رات معلوم نہیں غریب پر کیا گزری۔ آدھی رات کو باورچی خانے میں گھس کر میری آدھی روٹی جو بچی پڑی تھی چوری کر کے کھا گیا۔ مجھے جب صبح معلوم ہوا تو دل تھام کر رہ گئی۔ پتہ نہیں کب سے بھوکا تھا۔ بڑا ترس آیا مجھے۔ بس پھر سوچ لیا کہ جب تک اسے کہیں ملازمت نہیں ملتی۔ اس کے اخراجات برداشت کروں۔ پرسوں میں نے جو اس سے کرایہ لیا تھا واپس لوٹا دیا ہے"

"واہ خالہ — واہ کیا شان ہے"

مہرو ہنستی ہوئی بولی۔

پھر مزید بولی۔

"کیا تم نے کپڑے بدل لئے۔"

"ہاں بدل لئے۔" عائشہ بولی۔

مہرو نے رخ اس کی طرف کر لیا۔ بڑا شاندار جوڑا تھا۔ مہرو آنکھیں جھپک کر رہ گئی۔

"خالہ تم تو دس سال پیچھے لوٹ گئی ہو۔"

"ابھی میری عمر ہی کیا ہے مہرو۔ فکر اندیشوں نے بوڑھا کر دیا — درنہ پینتیس چالیس سال کوئی عمر ہے۔"

"بالکل بالکل۔ خالہ تمہیں اس پہاڑ جیسی زندگی گزارنے کے لئے ب شادی ضرور کر لینا چاہیئے۔"

"بیوقوف ہوگئی ہو۔"

عائشہ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

"سچ کہتی ہوں خالہ — ہوسکتا ہے قدرت تمہیں اولاد جیسی حمت کی صورت دکھادے۔"

عائشہ یوں چپ گئی جیسے لاجواب ہوگئی ہو۔ اس کے چہرے ر عجیب سے تاثرات تھے۔ مہرو اس کی جانب عجیب سی نظروں سے یکھے جارہی تھی۔

"آچھیں —"

یہ پہلی چھینک تھی جو سردی لگ جانے کی علامت تھی۔

"آچھیں — آچھیں —"

عائشہ نے دو چھینکیں اور لیں۔

"لو خالہ تمہیں تو سردی لگ گئی اور خدمت کرو اس بے چارے کی۔ کس کمبخت نے کہا تھا کہ بارش میں بھیگو۔"

"آچھیں۔"

عائشہ دوہری ہوگئی۔

"بس تم گئیں کام سے — ادھر لحاف میں آجاؤ — جلدی کرو خالہ —!"

عائشہ کو واقعی کپکپی شروع ہوگئی تھی اس نے بہتر یہی جانا کہ مہرو کا کہا مان لے۔

اس نے چارپائی پر لحاف سیدھا کیا اور پھر اس میں گھس کر بیٹھ گئی۔

"خالہ تمہارے کرائے دار کی عمر کیا ہوگی۔"

"کیوں؟"

"پھر بھی کچھ معلوم ہو؟"

"مجھے کیا معلوم —؟"

"معلوم کرو — اور پھر مناسب سمجھو تو کر ڈالو شادی تم تو بالکل نیک سیرت بیویوں کی طرح اس کی خدمت کر رہی ہو جیسے خدانخواستہ وہ تمہارا......" جملہ ادھورا چھوڑ کر مہرو خاموش ہوگئی۔

"کیا دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا لڑکی — کیوں بیوقوفی کی باتیں کر رہی ہو۔"

مہرو نے اس کی طرف مشکوک نظروں سے دیکھا اور بولی۔

"میں جا کر اسے بتاتی ہوں کہ تمہاری وجہ سے میری خالہ کو سردی لگ گئی۔"

"پاگل ہوگئی ہو۔ بیٹھو کدھر جا رہی ہو۔"

عائشہ نے بوکھلا کر کہا۔

"بس ابھی آئی — ذرا دیکھوں تو سہی اس کے دل میں تمہارے لئے کسقدر ہمدردی ہے۔"

"مہرو کیوں پٹے گی مجھ سے۔ آچھیں — آچھیں —" وہ چھینکیں مارتے ہوئے دوہری ہوگئی۔

مہرو کمرے سے جا چکی تھی۔

جاوید اسے یوں کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر بُری طرح بوکھلا گیا۔

مہرو اسے گھور رہی تھی۔ پہلے اس نے ناک کو سکیڑا پھر آنکھیں جھپکا کر بولی۔

"تمہاری اس خیر خواہ کو سردی لگ گئی ہے۔"

"کسے۔"

"محترمہ عائشہ بی بی کو۔"

مہرو اسے بدستور گھورتے ہوئے بولی۔

"اچھا۔"

"تمہیں اطلاع کرنے آئی ہوں کہ اس کے لئے کچھ کرو۔"

"میں کیا کروں۔"

"کسی ڈاکٹر کے پاس جا کر جھک مارو۔"

جاوید اٹھ کھڑا ہوا۔

اس سے پہلے کہ مہرو اس کی نیت بھانپتی اس نے مہرو کو دبوچ لیا۔

"پپ..... پاگل۔" مہرو اس کے بازوؤں میں تڑپی۔

مگر جاوید واقعی پاگل ہوگیا تھا۔ اس نے مہرو کو بازوؤں میں لے کر سینے سے لگا کر جو پوری قوت سے بھینچا تو مہرو بری طرح مچل —

"چھوڑ دو — وہ ادھر آجائے گی۔"

"تم نے میرا سکون لوٹ لیا ہے۔ اور پھر اس موسم میں سامنے آکر تم نے میرے جذبات میں آگ سی لگا دی ہے —" جاوید اسے سینے سے لگائے بولا۔

"اچھا اب چھوڑ دو — آگ بجھ گئی ہوگی —" مہرو نے گھبرا کر کہا۔

"اور بھڑک اٹھی ہے۔"

"چھوڑ دو مجھے" وہ تڑپی۔

"تمہاری خالہ اس وقت کیا کر رہی ہے" وہ جذبات کی شدت سے لرزتے ہوئے لہجے میں بولا۔

مہرو نے اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا وہ جاوید کو گھورے جا رہی تھی۔

"مم.... میری یہ جرأت معاف کر دو ــ مہرو ــ میں نے دراصل تمہیں پانے کے لیے بہت سے خواب دیکھے ہیں۔"

مہرو کچھ نہ بولی ــــ سرخ سرخ آنکھوں سے جاوید کو گھورے جا رہی تھی۔

جاوید اس کے اس بارحانہ اقدام کو دیکھ کر ایک دم نروس ہو گیا۔ اس نے جلدی سے اپنے بازوؤں کا حلقہ کھول دیا۔

مہرو نے برا سا منہ بنایا ــــ اور خاموشی کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔

جاوید تڑپ کر اس کے پیچھے باہر نکل گیا۔

مہرو نے پلٹ کر دیکھا اور پھر جاوید کو غضبناک نظروں سے دیکھتی ہوئی عائشہ کے کمرے میں داخل ہو گئی۔

بارش کا زور ٹوٹ چکا تھا۔

لیکن ابھی پھوار گر رہی تھی مہرو نے عائشہ کی طرف دیکھا جو منہ تک لحاف اوڑھے پڑی تھی۔

"خالہ ــ میں نے اسے بتا دیا ہے۔ امید ہے وہ کسی ڈاکٹر سے دوائی لے آئے گا۔ اگر نہ لائے تو پھر میں لا دوں گی۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں سردی لگ گئی ہے۔ کیا بخار ہو گیا۔"

"ہاں مہرو ــــ موا بخار ہو گیا ہے ــــ کمبخت سردی سے آ رہا ہے۔"

مہرو کچھ نہ بولی۔

پھر باہر جاتے ہوئے بولی۔

"بارش رک گئی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ ابھی بابو کو روٹی پکا کر دینی ہے کچھ دیر بعد تمہیں دیکھنے آؤں گی۔"

مہرو چلی گئی

کچھ دیر بعد جاوید اندر داخل ہوا ــــ عائشہ لحاف اوڑھے پڑی ہوئی تھی۔

جاوید کھڑا سوچتا رہا کہ اس بڑھیا سے کیا کہے جو منہ تک لحاف تانے کھڑی ہوئی ہے۔

الجھن آمیز انداز میں اس نے ایک جملہ سوچا اور بولا۔

"وہ چھوکری کہہ رہی تھی کہ آپ کو سردی لگ گئی ہے۔"

عائشہ نے جلدی سے چہرے سے لحاف اٹھا دیا۔ اور بولی۔

"بارش رک گئی ہے۔ باورچی خانے میں چلے جاؤ۔ چائے اگر ٹھنڈی ہو گئی ہو تو گرم کر لینا۔ مکھن اور ڈبل روٹی رکھ چھوڑی ہے میں نے۔ جاؤ

کھالو ــــ"

"وہ تو سب ٹھیک ہے۔ لیکن میں معلوم کر رہا تھا کہ آپ کو بخار تو نہیں ہو گیا۔

"میری فکر کیوں کرتے ہو۔ اتر جائے گا۔ جاؤ ناشتہ کر لو۔"

"کیا سردی لگ کر بخار ہو گیا ہے"؟

"ہاں۔"

"میں پہلے ڈاکٹر سے آپ کی دوائی لے آؤں۔"

"بس کہتی ہوں پہلے ناشتہ کر لو۔"

"بھاڑ میں گیا ناشتہ۔ کس کمبخت نے کہا تھا بارش میں بھیگنے کو۔"

جاوید جھلا کر بولا۔ پھر وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔

اور عائشہ اس کے لب و لہجہ میں جیسے قربان ہو گئی ہو۔ اس کے دل میں جیسے قندیل روشن ہو۔ بخار سے تپتے ہوئے چہرے پر کئی رنگ ایک ساتھ ابھرے تھے۔

یہاں کا ذرہ ذرہ عشق کی تپش سے جل اٹھا ہے۔ چاروں اطراف آگ بھڑک اٹھی ہے.... اور.... اس آگ کے منہ زور طوفان میں سب کچھ بہہ گیا ہے۔ ہاں سب کچھ۔

وہ بارش میں کیا بھیگی۔ چارپائی سے چمٹ کر رہ گئی۔ سردی بخار آیا تھا۔ وہ بڑھتے بڑھتے ایک سو چار تک جا پہنچا۔

عائشہ غافل تھی۔ جاوید نے دوا لا دی تھی جب اس نے دیکھا حالت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ تو وہ ڈاکٹر کو گھر لے آیا۔ ڈاکٹر نے عائشہ کو دیکھا۔ پھر انجکشن اور بارہ کیپسول دے کر چلا گیا۔

پھر وہ بھی آ گئی تھی ـــــ جاوید نے جب اس کی طرف دیکھا۔ تو مسکرا اٹھا۔

"سب جناب کی وجہ سے ہوا ہے۔" وہ بولی۔

"میں نے کب کہا تھا کہ بارش میں غسل کریں ـــــ" جاوید جواب دیا۔

"جناب کی محبت لے گئی تھی بارش میں ـــــ" پھر وہ سرگوشیانہ

انداز میں بولی۔

جاوید نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ ہنس پڑی۔

بادل ابھی تک آسمان پر جمع تھے۔ تیور بتا رہے تھے کہ وہ پھر برسیں گے۔

شام ہو چکی تھی۔ تمام دن جاوید عائشہ کے لیے بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ یک بار پھر وہ ڈاکٹر کو لے آیا تھا۔

ڈاکٹر نے پھر انجکشن دیا اور بولا۔

"سرسامی حالت ہے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بخار ٹوٹ جائے گا۔ آپ کیپسول برابر دیتے رہیں ہر دو گھنٹے بعد۔"

ڈاکٹر ہدایات دے کر چلا گیا۔

جاوید باورچی خانے میں جا گھسا۔ صبح سے بھوکا تھا۔ اب جو بھوک ی تو صبر نہ ہو سکا ـــــ صبح کی ڈبل روٹی اور مکھن پڑا ہوا تھا پیٹ تھوڑی بہت آگ کو سرد کر کے وہ باہر نکل آیا۔ پھر وہ عائشہ کے س موجود تھی۔

بوندا باندی پھر شروع ہو گئی تھی۔

جاوید خاموشی سے عائشہ کے سرہانے کرسی ڈال کر بیٹھ گیا پھر و ہ مسکرا کر دیکھا۔

پھر نجانے کیوں وہ شرما گئی۔

جاوید اس کے بھرے بھرے جسم کو یوں گھور رہا تھا جیسے موقع ملتے

ہی چیر پھاڑ دے گا۔

مہرو نے اسے گھورا۔ اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اشارہ کیا کہ بات کرے۔ عائشہ ابھی ابھی سوئی ہے۔

جاوید نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مہرو اپنی جگہ سمٹ گئی دوسرے ہی لمحے جاوید نے اسے گود میں بھر کر اٹھا لیا تھا۔ مہرو اسے گھور کر دیکھا ۔۔۔ لیکن جاوید اسے اٹھائے ہوئے اپنے کمرے میں آ گیا۔

"کیا ارادے ہیں ۔۔۔"؟

مہرو سرخ ہوتے ہوئے بولی۔

"جی بھر کر پیار کرنا چاہتا ہوں۔"

"پہلے بھی کسی سے پیار کیا ہے۔" وہ شوخی سے بولی۔

جاوید اسے ابھی تک ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھا۔ مسکرا کر

"تمہیں دیکھ کر اس دل نے دھڑکنا سیکھا ہے۔"

"اچھا اب چھوڑ دو ۔۔۔ خالہ جاگ جائے گی تو خواہ مخواہ شک کرے گی۔"

"ابھی تو سوئی ہے۔ دو چار گھنٹے تک نہیں اٹھے گی۔"

"پھر"

مہرو شوخی سے بولی۔

جاوید نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور بولا۔ "دل چ

ہے انہیں چوم لوں۔"

"اس سے کیا ہوگا۔"

"بہت کچھ تمہاری ان شربتی آنکھوں نے مجھے گھائل کیا ہے۔"

"چھوڑ دو انہیں۔" مہرو کی سانس اکھڑی ہوئی تھی۔

"میں خود اندھا ہو جاؤں گا ۔۔۔" وہ اس کے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے بولا۔

"ہونہہ ۔۔۔" وہ تڑپ گئی۔

جاوید نے اسے بڑے آرام سے بستر پر ڈال دیا۔ اور وہ چت لیٹی ھیں جھپکائے بغیر جاوید کو دیکھے جا رہی تھی اس کی آنکھوں میں چھایا وا خمار جاوید کی جان لیے جا رہا تھا۔

بھرے بھرے سینے کی چوٹیوں میں تلاطم برپا تھا۔

جاوید پاگلوں کی طرح اسے دیکھے جا رہا تھا۔

دونوں خاموش تھے۔

دونوں کے اندر ایک خاموش طوفان بپا تھا ۔۔۔ دونوں پتھر بنے ی گہری سانسوں کے درمیان ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے۔

اچانک مہرو نے آنکھیں بند کر لیں۔

جاوید بڑی آہستگی سے اس پر جھکا۔

مزید جھکا.....

اور پھر اس نے اپنے پیاسے ہونٹ مہرو کے سلگتے تپتے بھرے

بھرے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

"اللہ ـــ" وہ سسک پڑی۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے پھر وہ کرا ٹھ گئی۔

جذبات کی شدت سے اس کی سانس پھول چکی تھی، سینہ دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔

آنکھوں کا خمار اس قدر بڑھ چکا تھا جیسے اس کے کٹوروں میں کسی شراب کا جام انڈیل دیا ہو۔

جاوید تڑپ کر اس کی طرف بڑھا۔ اور پھر وہ نہایت خاموشی اس کے سینے سے آ لگی۔

"بابو"

ٹوٹتی ہوئی سانس کی سرگوشی بڑی مدھم تھی۔

"ہوں"

"شادی کر لو"

"کس سے"؟

"میرے پاگل پن اور جنون سے"

"پھر کیا ہوگا"؟

"پھر"

وہ اکھڑی سانسوں کے درمیان اپنا رخسار جاوید کے سینے پر رگڑتے ہوئے کراہی۔

"تمہارا بابو مان جائے گا"

"تم بات کر کے دیکھو"

"اگر اس نے انکار کر دیا تو"؟

"نہیں کرے گا"

"اس قدر یقین سے کیوں کہہ رہی ہو"؟

"میں بھی بابو سے تمہیں مانگ لوں گی"۔

"سچ"

"نہیں جھوٹ"

"ذرا چہرہ تو اوپر اٹھاؤ"

"کیوں"؟

"جی بھر کر دیکھنا چاہتا ہوں"

"شادی کے بعد دیکھ لینا"

"ابھی کیا ہے"؟

"ابھی تو طوفان اٹھا ہوا ہے بابو ـــ اگر ہم دونوں بہک گئے تو ا نہیں ہوگا"

"مجھ پر بھروسہ نہیں"

"خود اپنے پر بھروسہ نہیں"

جاوید نے اسے بازوؤں میں لے کر بھینچ ڈالا۔

"مم.... مر جاؤں گی" وہ کراہی۔

"ملازمت کی تلاش میں گھر سے نکلا تھا۔ لیکن ——"

"لیکن کیا؟"

"پیار مل گیا۔"

"اپنے پیار کو دھوکا تو نہیں دو گے۔"

"اپنے پیار پر یقین نہیں۔"

"خود پر تو یقین ہے بابو —— مگر....."

"ہونہہ —— کچھ نہیں ڈرو مت۔ کہیں ڈوبنے نہیں دونگا۔"

"اچھا —— اب چھوڑ دو۔"

"ابھی دل نہیں بھرا۔ یونہی میرے سینے سے سر لگائے کھڑی،

جاوید نے کہا۔

"خالہ اٹھ جائے گی۔"

"پرواہ نہیں۔"

"دیکھو ہم پھر بہک جائیں گے۔ اب چھوڑ دو۔ میری سانس ٹو

جائے گی۔" مہرو کا جسم لرزا اٹھا۔

جاوید نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے حصار میں

کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

مہرو نے آنکھیں بند کر لیں۔

"مہرو ——"

جاوید کی آواز میں جذبات کی شدت تھی۔

"ہوں۔"

"میری طرف دیکھو۔"

"نن.... نہیں دیکھا جاتا۔"

"دیکھو تو سہی۔"

"اللہ قسم —— نن —— نہیں دیکھا جاتا۔"

"ایکبار پھر پیاس بجھانے دو۔"

"نہیں بابو۔"

"کیوں مہرو۔"

"بابو ہم پہلے ہی بہت گنہگار ہو چکے ہیں۔"

"محبت جرم نہیں مہرو۔"

"کچھ حد بندیاں بھی تو ہوتی ہیں بابو۔"

"مہرو ——"

"نہیں بابو —— اس تنہائی سے اب مزید کوئی فائدہ نہ اٹھانا۔"

"بب —— بس ایکبار مہرو۔"

ایسا کہہ کر جاوید نے اپنے تپتے ہوئے ہونٹ مہرو کے لرزتے ہوئے ہونٹوں پر رکھ دیا۔

"بب.... بابو ——"

مہرو تڑپ کر الگ ہو گئی۔

"مم.... مہرو ——" جاوید کی سانس ٹوٹ گئی۔

"میں جا رہی ہوں۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

"میں پیاسا ہوں مہرو۔"

"کہا ہے نا شادی کر لو۔"

"سنو مہرو۔" جاوید تڑپ کر بولا۔

لیکن مہرو پھر ٹھہری نہیں ——— لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے نکلتی چلی گئی۔

اور جاوید اپنی جگہ تڑپ کر رہ گیا۔

مہرو اس کے اندر ایک آگ بھڑکا کر چلی گئی تھی۔ وہ جلتے ہوئے بستر پر گر گیا۔

"میں تمہیں ضرور حاصل کروں گا۔ پاگل لڑکی ——— تجھے حاصل کرنا ہی میری زندگی ہے۔"

دینو کہتا تھا کہ اس گھر میں کوئی عاشق نہیں رہ سکتا مگر وہ بوڑھا کیا جانے کہ یہاں کا پورا ماحول۔ تمام فضائیں یہاں کا ذرہ ذرہ عشق کی تپش سے جل اٹھا ہے۔ چاروں طرف آگ بھڑک اٹھی ہے۔

اور ———

اس آگ کے منہ زور طوفان میں سب کچھ بہہ گیا ہے۔

ہاں سب کچھ۔

وہ آنکھیں بند کئے بڑبڑاتا رہا۔

اور ———

دوسرے کمرے میں عائشہ جو بیدار ہو چکی تھی۔ کمرہ خالی دیکھ کر انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔

چالیس سال کی بھری ہوئی آگ خواہشات کی چتا بن کر بھڑک اٹھی تھی۔

پندرہ سال کے سوئے ہوئے جذبات ایکبار پھر سے انگڑائی لے کر بیدار ہوئے تھے۔

اور ———

عائشہ اپنا سب کچھ ان جذبات میں بہا چکی تھی۔

کچھ دنوں بعد عائشہ بخار سے نجات حاصل کر چکی تھی۔ جاوید نے اس کے احسانوں کا بدلہ چکا دیا تھا۔ وہ دن رات اس کی تیمارداری میں لگا رہا تھا۔

عائشہ سب کچھ دیکھتی رہی — خاموش — خاموش نظروں سے

ابھی پرسوں کی بات تھی کہ اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جاوید کو ایک عجیب سا اشارہ کیا تھا — لیکن وہ بے وقوف نہیں سمجھ سکا تھا۔

ہوا یوں کہ — عائشہ سے وہ پوچھ بیٹھا۔

"بس اب بخار تو ٹوٹ گیا لیکن کمزوری تو بہر کیف محسوس ہوتی ہوگی"

"کمزوری بھی ہے اور ہلکا ہلکا میٹھا میٹھا درد بھی"

"درد — کہاں ہے درد"

جاوید استفسار کر بیٹھا۔

"یہاں —"

وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"سینے میں"

وہ سرسری انداز میں بولا۔

"نہیں سینے کے اندر دل میں" وہ بولی۔

"تو وہ بھی بخار سے کمزور ہو گیا ہوگا"

جاوید ہنس کر بولا۔

عائشہ نے اسے گھور کر دیکھا اور بولی۔

"تم نے میری بہت خدمت کی ہے"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ تو میرا فرض تھا۔ اور پھر بیمار بھی تو آپ میری وجہ سے ہوئی تھیں"

"تم مجھے عائشہ کہہ کر بلایا کرو۔ یہ آپ کی کیا رٹ لگا رکھی ہے"

وہ جھنجھلا کر بولی۔

"اچھا نہیں لگتا"

"کیا اچھا نہیں لگتا؟" وہ اسے گھور کر بولی۔

"آپ مجھ سے بڑی ہیں اور میرے لئے قابل احترام بھی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں......"

"ختم کرو۔ ہم دونوں میں کوئی بڑا چھوٹا نہیں۔"
عائشہ تڑپ کر بولی۔

"جی"
جاوید ہونق ہو کر رہ گیا۔
عائشہ نے کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔
اور جاوید سر کھجاتے ہوئے خاموشی سے باہر نکل آیا تھا۔
اور آج عائشہ نے غسل صحت منایا تھا۔ بڑا شاندار جوڑا پہنا تھا اس نے۔

پھر ہلکے سے میک اپ نے اسے پھر سے جوان بنا دیا تھا۔
شام کو جب جاوید گھر لوٹا تو وہ اسے دیکھتے ہی رہ گیا۔
رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ لیکن جاوید کا آج اپنا جسم ٹوٹ رہا تھا اسے خطرہ تھا کہ شاید بخار نہ ہو جائے۔
"آج آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں۔"
وہ روانی میں کہہ گیا۔
"دل سے کہہ رہے ہو۔"
عائشہ مسکرائی ——— اور وہ مسکراہٹ بالو کو نروس کر گئی تھی۔
اب جاوید نے جو غور کیا تو اسے محسوس ہوا کہ یہ مسکراہٹ تو کچھ سی ہے جیسے کسی محبوب کو دیکھ کر ہونٹوں پر لہرا جائے۔ جاوید عائشہ کے جملے پر مسکرا اٹھا۔ اور بولا۔

"ہاں آج آپ واقعی اچھی بہت اچھی لگ رہی ہیں۔"
"مگر تمہارا چہرہ کیوں [illegible] رہا ہے۔"
"چچا بخار صاحب ہیں جو چڑھ بیٹھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔"
"خدا نہ کرے۔ جو تمہیں کچھ ہو۔"
عائشہ نے گھبرا کر کہا ——— اور جاوید اس کے اس انداز اور جملے پر الجھ کر رہ گیا۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا عائشہ بول پڑی۔
"چلو کپڑے بدل لو۔ میں تمہارے لئے دلیا تیار کرتی ہوں۔"
"دلیا ———"
جاوید بوکھلا کر بولا۔ کیونکہ دلیے کے نام سے ہی اس کی جان نکلتی تھی۔ اسے کھانا تو ایک طرف رہا۔
"کیوں دلیا کبھی نہیں کھایا۔"
"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
"کھچڑی بنا لاتی ہوں۔"
"فی الحال کچھ کھانے کا موڈ نہیں۔"
"پھر تو بخار ضرور ہو گا۔"
عائشہ نے پر فکر انداز میں کہا۔
"اچھا ہے دو چار دن آرام کر لوں گا۔"
"آرام سے کیا مراد ہے تمہاری۔"

"ملازمت کی تلاش سے بہت تھک گیا ہوں۔ رات بھر ٹانگوں میں درد ہوتا رہتا ہے۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"اس سے کیا ہوتا۔"

"اچھا — اچھا تم آرام سے لیٹ جاؤ۔ پہلے چائے پیو۔ میں تمہارے لئے کھچڑی بنا کر لاتی ہوں۔"

"لیکن مجھے کچھ نہیں کھانا۔"

"بکواس نہیں —" وہ کچھ اس انداز سے بولی کہ جاوید نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔

"یا پیر و مرشد —" وہ بڑبڑایا۔

"کسے یاد کر رہے ہو؟"

عائشہ مسکرائی — وہی الجھن آمیز مسکراہٹ جسے دیکھ کر جاوید سپٹا جایا کرتا تھا۔

وہ چلی گئی۔

اور جاوید کراہ کر بستر پر لیٹ گیا۔

"عجیب عورت ہے پہیلی بنتی جا رہی ہے۔ کیا چاہتی ہو۔ محترمہ میرا بیڑہ غرق کرنے کی فکر میں ہو — رحم کرو اس غریب کے بچے کے اوپر۔"

وہ بڑبڑاتا رہا۔

اور اتنے عرصے میں عائشہ چائے لے کر آ گئی۔

"یہ دو اسپرین کی گولیاں اور گرم گرم چائے سے امید ہے کہ بخار اور تھکن اتر جائے گی۔"

جاوید نے خاموشی سے اسپرین اور چائے لے لی۔ عائشہ پھر چلی گئی تھی۔ شاید کھچڑی پکانے کے لئے۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر وہ تیار کر لائی۔

"لو کھا لو — خالی پیٹ رہنا اچھا نہیں ہوتا۔"

"لائیے صاحب۔"

جاوید کراہا۔

عائشہ ہنس پڑی۔ اور بولی۔

"تمہیں تو بچوں کی طرح بہلانا پڑتا ہے۔"

"لیکن میں بچہ نہیں ہوں۔"

"ہاں — ہاں — مجھے معلوم ہے کہ تم بچے نہیں ہو۔"

وہ پھر مسکرائی۔

اور جاوید نے پھر جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد جب وہ کھچڑی زہر مار کر چکا تو عائشہ نے کہا۔

"ذرا ماتھا دیکھوں"

"کیا قسمت کی لکیر دیکھیں گی آپ۔"

"بخار دیکھوں گی۔"

"لیجیے ۔۔۔ دیکھ لیجیے۔"

پھر عائشہ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا ۔۔۔ اور فوراً گ
کر بولی۔

"ارے تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔"

"پھر کیا کروں۔"

"ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔"

"ارے نہیں صاحب۔ کیوں آپ میرا جلوس نکلوانا چاہتی ہ

"مت باتیں کرو زیادہ۔"

عائشہ نے اسے ڈانٹ دیا۔

"نہیں ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔ میں انجکشن لے کر آیا ہوں۔"

عائشہ نے اسے تیز نظروں سے گھور کر دیکھا اور پھر وہ مش
طرح حرکت میں آ گئی۔

"چلو ادھر ۔۔۔ لحاف اوڑھ لو۔ منہ ڈھانپ لو۔ ہوا نہیں
چاہیئے اور ٹانگیں سیدھی کر لو۔"

"مگ.... کیوں ۔۔۔"

جاوید بوکھلا کر بولا۔

"داب دوں۔"

"ارے نہیں ۔۔ مم ۔۔ میں گنہگار نہیں ہونا چاہتا۔"

"گنہگار ۔۔۔ کس بات پر ۔۔۔" وہ بولی۔

"مجھے درد ..... درد نہیں ۔۔ بس میں یونہی ٹھیک ہوں۔" جاوید
ری طرح بوکھلا گیا۔

"زیادہ باتیں مت کرو ۔۔ ٹانگیں سیدھی کر لو ۔۔" وہ مصنوعی
صے سے بولی۔

جاوید نے کوئی جواب دینے کی بجائے اپنے آپ کو سمیٹ لیا۔

"کیا کرتے ہو ؟"

"یں ٹھیک ہوں۔" وہ گڑبڑا کر بولا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تو تمہاری ٹانگوں میں درد ہو رہا تھا ۔۔ اب کیا
ہے ؟"

"ب نہیں ہو رہا۔"

"پہلے ہو رہا تھا۔"

"یں نے بکواس کی تھی۔"

"پرواہ نہیں۔ اور زیادہ باتیں مت کرو۔"

عائشہ نے پیار سے ڈانٹا

"ز ۔۔۔ پلیز ۔۔۔"

"کیا ہوتا ہے ۔۔۔ ؟"

"ر ہے ۔۔"

"کھو تم سرسامی حالت میں داخل ہوتے جا رہے ہو۔" عائشہ

"نہیں۔ قبر میں داخل ہونے جا رہا ہوں"

"زیادہ بکواس نہیں۔ ورنہ بخار سر کو چڑھ جائے گا"

"بل.... لیکن ــــ"

"کچھ نہیں ــــ بس لیٹ جاؤ"

"مگر ــــ آپ کیوں میری ٹانگیں...."

"ہونہہ ــــ مجھے تمہاری خدمت کرتے ہوئے دلی خوشی ملتی
ایک لذت حاصل ہوتی ہے"

جاوید نے بڑی بے بسی سے ہونٹ چبائے تھے لیکن ا
بھی سکڑا ہوا تھا۔

وہ چیختی چلاتی رہی .... لیکن جاوید نے اسے ہر زاویئے
سے ادھیڑ ڈالا تھا .... بالکل دیوانوں اور وحشیوں کی۔
مانند .... پھر جیسے طوفان تھم گیا ہو !

وہ چند لمحے اسے گھورتی رہی۔ پھر ذرا سخت لہجے میں بولی
"میں کہتی ہوں لیٹ جاؤ۔"
"عجیب زبردستی ہے۔" وہ اندر ہی اندر کھول گیا۔ لیکن اس نے چہرے کے تاثرات سے ظاہر نہیں ہونے دیا۔
"پاؤں سیدھے کرو۔"
"دیکھئے آپ زیادتی کر رہی ہیں اور ـــ"
"پھر آپ ـــ" وہ جھنجلا کر بولی ـــ "کتنی بار کہا ہے کہ عائشہ کہا کرو۔"
"بہتر ـــ لیکن میری ٹانگیں بالکل درد نہیں کر رہیں۔"
"اچھا ٹھیک ہے۔ آرام سے لیٹے رہو ـــ" عائشہ مربیانہ میں بولی۔

اور جاوید نے ایک طویل سانس لی اور پاؤں پسار لئے۔ عائشہ نے ایک بار پھر بڑی اپنائیت سے پیشانی کو چھو کر بخار دیکھا۔
پھر پر تفکر انداز میں بولی۔
"ڈاکٹر کو دکھانا ضروری ہے۔"
"میں نے عرض کیا کہ انجکشن لے چکا ہوں۔"
"مجھے یقین نہیں آرہا۔"
"قسم کھاؤں۔" وہ بے بسی سے بولا۔
"نہیں کیا ہے۔ جھوٹی کھا لو گے۔"
"نہیں ـــ مجھے جھوٹ بولنے کی عادت نہیں۔" جاوید جلدی سے بولا۔
"چلو یقین کر لیتی ہوں کہ تم بڑے سچے اور ایماندار ہو ـــ"
عائشہ مسکرائی۔
جاوید نے جلدی سے پھر آنکھیں بند کر لیں۔
"سر میں درد تو نہیں ہو رہا۔"
"نن .... نہیں۔" وہ بڑبڑایا۔
"ہوں۔"
عائشہ نے ہنکارا بھرا۔ اور اس کے چہرے پر نظریں جما کر کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔
"ٹھک ـــ کیا اب یہ کرسی پر سوئے گی۔" وہ دل میں بڑبڑایا۔

کیونکہ وہ اطمینان سے آنکھیں بند کئے کرسی پر نیم دراز تھی۔

نو بج چکے تھے۔ اور جاوید بہر حال سونا چاہتا تھا۔ تھکاوٹ او
بخار نے اس پر شدید حملہ کیا تھا۔ آنکھیں بند کئے وہ خود بھی لیٹا ر
جس سے آہستہ آہستہ ذہن میں غنودگی چھاتی رہی۔

پھر وہ سوگیا۔ گہری نیند۔

اس کا چہرہ بخار سے تپ رہا تھا۔

مگر ——

عائشہ جاگ رہی تھی۔

سرد رات کا ایک بج چکا تھا۔

وہ کرسی پر بیٹھی پر تشویش نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی
کبھی کبھی وہ اس کی پیشانی چھو کر بخار دیکھ لیتی۔

اچانک جاوید بڑبڑایا۔

لیکن آواز بڑی مدہم تھی —— وہ نیند اور بخار کی حالت
بڑبڑا رہا تھا۔

عائشہ اس پر جھک گئی۔

"میری ٹانگیں ٹوٹ رہی ہیں۔ درد ہو رہا ہے۔ میرا ذہن آسمان
اڑ رہا ہے —— میں کہاں جا رہا ہوں۔ اسے روکو۔ مجھے پکڑو —— بک
میں ڈوب رہا ہوں۔"

پھر اس کی بڑبڑاہٹ ختم ہو گئی —— وہ اب بھی بے خ

سو رہا تھا۔

عائشہ آہستہ سے کرسی سے اٹھی۔ اور جاوید کے لحاف میں
بیٹھ گئی۔

اس کے ہاتھ آہستہ آہستہ اس کی ٹانگوں پر پھسل رہے تھے۔ وہ
انہیں دبا رہی تھی۔ بالکل آہستہ آہستہ۔ جیسے اسے خطرہ ہو کہ زور سے
دبانے پر کہیں جاوید کی آنکھ نہ کھل جائے۔

وہ آہستہ آہستہ پنڈلیوں سے رانوں تک چلی آئی۔ جاوید کے چہرے
پر نظریں جمائے وہ آہستہ آہستہ ہاتھ چلاتی رہی۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا
جیسے کوئی فرمانبردار اور اطاعت گزار بیوی اپنا فرض پورا کر رہی ہے
وہ کافی دیر تک اس کی رانوں کو اپنے نرم نرم ہاتھوں سے اُسے
دباتی رہی۔

اس کی خود اپنی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہیں تھا۔

اچانک جاوید کے ہاتھ لحاف سے باہر آ گئے۔ وہ عائشہ کے شانے
پر آ کر رک گئے۔

عائشہ ڈر گئی کہ کہیں جاوید جاگ تو نہیں پڑا۔ لیکن نہیں وہ اب بھی
نیند کی حالت میں تھا

مگر —— یہ کیا؟

جاوید کے ہاتھ کی گرفت اس کے شانے پر بڑی سخت ہو
گئی تھی۔

وہ آنکھیں بند کئے بڑبڑا رہا تھا۔

"آؤ۔ گھبرائی کیوں ہو۔ میرے ساتھ لیٹ جاؤ" جاوید کے ہاتھ کا دباؤ کچھ مزید بڑھ گیا۔

عائشہ کے چہرے پر کئی رنگ آکر گزر گئے۔ وہ بغور جاوید کو دیکھے جا رہی تھی۔

"پیاس بڑھ گئی ہے ـــــ تت ۔ ۔ ۔ ۔ تم کب تک اپنا دامن بچاؤ گی۔ میں اب تیرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ـــــ" جاوید پھر بڑبڑانے لگا تھا۔

اور عائشہ دھڑکتے دل کے ساتھ نہایت خاموشی سے اس کے پہلو میں لیٹ گئی۔

جاوید نے اسے بازوؤں میں لے کر اپنے سینے لگا لیا۔ پھر لحاف میں جیسے زلزلہ آگیا ہو ـــــ ایک منہ زور طوفان اٹھا۔ جو اپنے ساتھ سب کچھ بہا کر لے گیا۔

مدہوشی کی حالت میں وہ کیا کچھ کہہ گیا تھا اسے خود خبر نہیں تھی بس نڈھال سا ہو گیا تھا۔ گہری گہری سانسوں کے درمیان اچانک جیسے شعور بیدار ہو گیا ہو۔

اس کے پہلو میں کوئی لیٹا ہوا تھا کوئی نرم نرم جسم جو کپڑوں سے بے نیاز تھا۔

جاوید نے بوکھلا کر چہرے سے لحاف اتارا۔ اور ـــــ اور پھر جیسے اس

کی سانس تک رک گئی ہو۔

اس کے پہلو میں عائشہ لیٹی ہوئی تھی۔ کپڑوں سے بے نیاز اور دنیا و مافیہا سے بے خبر سو رہی تھی۔ ایک گہری نیند ـــــ جیسے بہت مدت بعد سوئی ہو۔ اس کے چہرے پر ایک گہرا اطمینان تھا۔ ایک ٹھہراؤ تھا۔ جیسے جھیل کی سطح پر سکون ہو۔

اس کا ہاتھ جب اپنے جسم پر رینگا تو اس کا پورا وجود پسینہ چھوڑ گیا۔ وہ خود بھی کپڑوں سے بے نیاز تھا۔

اس کا ذہن بری طرح چکرا گیا۔

سردی کی ایک تیز لہر اس کی ایڑی سے چوٹی تک سرایت کرتی چلی گئی۔ خوف سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

لیکن اس میں اب اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنے جسم کو جنبش ہی دے سکے۔

"یہ سب کیسے ہوا ـــــ؟" وہ ذہنی دھماکوں کے دوران سوچے جا رہا تھا۔

پھر اسے سب کچھ یاد آگیا۔ وہ بستر پر لیٹا ہوا تھا مہرو نے کئی بار جھک کر اس کی پیشانی چومی تھی۔

پھر اس نے اپنی آنکھوں کو نیم وا کرتے ہوئے جاوید کو کچھ اشارہ کیا اور جاوید اس کی طرف لپکا تھا۔

وہ بھاگی تھی۔ لیکن وہ اسے دبوچنے میں کامیاب ہو گیا تھا ـــــ اور

اسے اٹھا کر بستر پر لے آیا۔ دونوں ایک دوسرے میں ضم ہو گئے تھے۔
وہ چیختی چلاتی رہی۔

لیکن جاوید نے اسے ہر زاویے سے ادھیڑ ڈالا تھا۔ بالکل دیوانوں اور وحشیوں کی مانند ۔۔۔ پھر جیسے طوفان تھم گیا ہو، اور وہ اس سے لپٹ کر سو گئی تھی۔

مگر ۔۔۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو پھرو کی بجائے عائشہ اس کے پاس لیٹی تھی ۔۔۔ "اُف میرے خدا یہ کیا ہو گیا ۔۔۔ شاید میں نے عائشہ کو پھرو سمجھ کر دبوچ لیا تھا۔ تب ہی تو وہ پھڑپھڑا رہی تھی چیخی تھی لیکن مجھے کیا ہو گیا تھا۔

مگر اب کیا ہوگا۔ یہ تو یوں سو رہی ہے جیسے مر چکی ہے اس نے کراہ کر کروٹ بدلی۔

وہ اٹھ کر بھاگنا نہیں چاہتا تھا۔ بخار بہت تیز تھا۔ اس نے سوچا کیوں نہ آنکھیں بند کر کے بے خبر ہو جائے جیسے اسے معلوم ہی نہیں ہے کہ بے خیالی اور بے خوابی میں کس قیامت سے گزر چکا ہے۔

پھر اس نے یہی کیا ۔۔۔ آنکھیں بند کر لیں۔ کروٹ تو وہ پہلے ہی بدل چکا تھا۔

ایک ہی کروٹ پڑے پڑے اس نے رات کا باقی حصہ گزار دیا۔ لیکن وہ جاگ رہا تھا۔ مسلسل جاگ رہا تھا۔ نیند تو اب اس سے

ہمیشہ کے لیے روٹھ چکی تھی۔

اچانک مؤذن کی آواز پر اسے احساس ہوا جیسے دن سوا نیزے پر آ گیا ہو۔

وہ بڑی سخت تپش محسوس کر رہا تھا۔ اس نے کروٹ بدلنی چاہی لیکن پھر عائشہ کو ہلتے دیکھ کر ایک دم ساکت ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا جیسے وہ جاگ پڑی ہو۔

جاوید نے سانس تک روک لی۔

پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔ کیونکہ عائشہ بستر سے نکل گئی تھی۔

جاوید نے نیم وا آنکھوں سے دیکھا وہ کپڑے پہن رہی تھی۔

کپڑے پہن لینے کے بعد اس نے اپنے بالوں کو جھٹکا دیا۔ اور پھر بڑی آہستگی سے دبے پاؤں کمرے سے نکل گئی۔

جاوید ایک دم اچھل کر بستر پر بیٹھ گیا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پھر جلدی سے لیٹ گیا کہ کہیں مبادا وہ پھر ادھر نہ آ نکلے۔

وہ اس کا سامنا کسی حالت میں بھی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ لوٹ کر نہیں آئی تھی۔

اسے نل چلنے کی آواز برابر آ رہی تھی جیسے وہ پاگل عورت اتنی سردی میں ٹھنڈے پانی سے غسل کر رہی ہو۔

"لعنت ہے مجھ پر" جاوید بڑبڑایا۔

پھر اس کے کانوں میں باورچی خانے کے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ شاید وہ نہا چکی تھی۔

صبح کی سفیدی سیاہی کو اپنے حصار میں لے چکی تھی۔ باورچی خانے میں برتن کھنک رہے تھے۔

شاید وہ ناشتہ تیار کر رہی تھی ـــــ یا ہو سکتا ہے کہ صرف چائے بنا رہی ہو۔

جاوید چوہا بنا بستر میں دبکا رہا۔

اس تلخ گناہ سے اس کا ذہن بری طرح چیخ رہا تھا۔

لیکن وہ اس کے کمرے میں دوبارہ نہیں آئی تھی۔ صبح ہو چکی تھی اور وہ بڑی بے بسی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔

اچانک اسے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔

اس کی جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سوتا بن گیا تھا لیکن دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

وہ اس کے قریب آ رہی تھی۔ پھر اس نے سرد اور ٹھنڈا ہاتھ اپنی پیشانی پر محسوس کیا جیسے اس کا بخار دیکھ رہی ہو۔ اس نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ شاید ضد جو ب دے گیا تھا۔ پھر ویسے بھی دن کی روشنی پھیل چکی تھی۔

"لو چائے پی لو" انداز سرسری تھی۔

جاوید کا دل چاہا کہ اٹھ کر اس کا گلا دبا دے۔ وہ تو سوچ رہا تھا کہ اس نے عائشہ کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ اسے زبردستی بھرو سمجھ کر دبوچ لیا۔ اور۔ پھر وہ ـــــ وہ کچھ کر گیا جو اسے ہرگز نہیں کرنا چاہئے تھا۔

اسے خطرہ تھا کہ عائشہ اس پر بگڑے گی۔ یا پھر اسے اس کی زیادتی پر گھر سے نکال دے گی۔ اس وحشیانہ حرکت پر گھر میں اسے کیسے گھسنے دے سکتی تھی۔

لیکن وہ قطعی پرسکون تھی۔

جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

وہ اٹھ گیا۔ دیوار سے ٹیک لگا کر اور لحاف کو اپنے گرد لپیٹ کر بیٹھ گیا۔

عائشہ سے پیالی لیتے وقت اس کا ہاتھ بری طرح لرز رہا تھا۔ جاوید اس سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئی تھی وہی کرسی تھی جس پر وہ رات کو بیٹھی تھی اور وہ سو گیا تھا۔

اتنا تو وہ جانتا تھا کہ عائشہ خود اپنی طرف سے اسقدر گری ہوئی اور ذلیل حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ خود ہی نیند کی حالت میں بھرو کو جان کر دبوچ بیٹھا ہو گا۔

عائشہ گھبرائی ہو گی۔ اس کے بازوؤں میں تڑپی ہو گی۔ مچلی ہو گی۔ لیکن وہ ایک مرد تھا۔ ایک طاقتور مرد۔ پھر عائشہ اس کی دیوانگی پر بے بس ہو گئی ہو گی۔

اور ـــــ اور ـــــ اور وہ مزید کچھ نہ سوچ سکا۔ پھر اچانک اسے خیال آیا کہ اس کا زیریں حصہ لباس سے عاری تھا۔ اس نے اسے چارپائی پہ پڑا ہوا دیکھ لیا تھا۔ لیکن ذہنی پراگندگی کی حالت میں اسے پہننا بھول گیا تھا۔

اب جو خیال آیا تو گڑبڑا گیا۔ لیکن لحاف اچھی طرح پہلے ہی لپیٹ چکا تھا۔ لہذا زیریں حصے کے عریاں ہونے کا خطرہ نہیں تھا۔ وہ اسے بڑی خاموشی سے تک رہی تھی۔

جاوید نے جلدی سے چائے کا گھونٹ لیا۔

"ڈاکٹر کو بلواؤں کہ خود چلے جاؤ گے؟"

"میں خود چلا جاؤں گا۔"

وہ جلدی سے بولا اور ساتھ ہی اس کی نظریں عائشہ سے ٹکرا گئیں اس نے اپنے گیلے بالوں کو تولیے سے لپیٹ رکھا تھا۔ اور اس وقت اس کے جسم پر وہ کپڑے بھی نہیں تھے جو وہ رات کو پہنے ہوئے تھی۔

"تمہیں اپنی صحت کا ذرا بھی خیال نہیں۔ اگر رات کو ہی میرے کہنے پر ڈاکٹر کو دکھا لیتے تو بخار ٹوٹ جاتا۔"

"ہاں ـــــ مجھ سے غلطی ہوئی۔"

"غلطیاں تو تم سے بہت ساری ہوگئی ہیں ـــــ" وہ مدہم اور نرم آواز میں بولی۔

"جج ..... جی ـــــ"

جاوید کا حلق ایک دم خشک ہوگیا۔

"کچھ نہیں ـــــ میں مہرو کو کہتی ہوں کہ ڈاکٹر کو بلا لائے۔ باہر بہت سردی ہے۔ بستر سے مت نکلنا۔"

جاوید خاموش ہوگیا۔ جواب بھی کیا دیتا۔ کیونکہ وہ پہلے الفاظ میں خفیف سا اشارہ کر گئی تھی۔

مگر جاوید انجان بنا رہا۔

اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ اس کی کسی بات کا جواب نہیں دے گا۔

پھر جیسے ہی عائشہ کمرے سے باہر نکلی ـــــ جاوید اچھل کر کھڑا ہوگیا جلدی سے پاجامہ پہنا جو بستر پہ ہی پڑا تھا۔ پاجامہ پہن کر وہ پھر بستر میں لیٹ گیا۔

وہ مہرو کو بلانے گئی تھی۔ شاید مہرو سے اس کے اپنے تعلقات تھے۔

مہرو ـــــ اس کی اپنی مہرو ـــــ جسے وہ دل وجان سے چاہتا تھا ہاں وہ اسی مہرو کو بلانے گئی تھی تاکہ وہ کسی ڈاکٹر کو لے آئے۔

"میں کسی مصیبت میں پھنس گیا ہوں ـــــ آخر اس کا انجام کیا ہوگا؟"

جو کچھ ہوا بہت برا ہوا ـــــ

وہ سوچتا رہا.....

اور الجھتا رہا.....

اور پھر مہرو کی آواز پر وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ آواز باہر صحن سے آ رہی تھی۔ شاید اس کے ساتھ ڈاکٹر بھی آیا تھا۔

"ڈاکٹر ذرا خیال سے دیکھنا۔ وہ انسان بالکل پاگل ہے ہر وقت جگا کرتا رہتا ہے۔ بخار صرف اس لئے ہوا ہو گا ڈاکٹر کہ اس نے کسی زہریلا انسان کو کاٹ کھایا ہو گا۔ سمجھ گئے نا ڈاکٹر اور ہاں زیادہ بخار ہو تو اسے مت بتانا۔ وہ پورا گھر سر پر اٹھا لے گا۔"

وہ شاید ڈاکٹر سے باتیں کرتی ہوئی اس کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"یہ کمبخت کیا بک رہی ہے۔"

جاوید بڑبڑایا۔

ڈاکٹر کے ساتھ وہ اکیلی اندر داخل ہوئی تھی اور اس کے مسکرانے کا انداز بڑا دلنواز تھا جیسے اس نے صبح کا سلام کیا ہو۔

جاوید بھی اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"آخر ہو گئے نا بیمار۔"

اس نے سرگوشی کی۔

جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ڈاکٹر نے بخار دیکھا اور پھر انجکشن دے کر بولا۔

"کیپسول لکھ دیئے ہیں — بازار سے لے لیں — ہر دو گھنٹے بعد دو کیپسول۔"

"پرہیز کے بارے میں بھی کچھ فرمایئے۔" مہرو نیم وا نظروں سے جاوید کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"دلیہ اور چائے۔"

ڈاکٹر بولا۔

"میں دلیہ نہیں کھاتا۔"

جاوید نے احتجاج کیا۔

"ہاں ڈاکٹر یہ بے چارہ دلیہ نہیں کھاتا۔ کیونکہ جیسے ہی وہ اس کے پیٹ ... جاتا ہے اندر کبڈی شروع ہو جاتی ہے۔"

مہرو جلدی سے بولی۔

"بہت چہک رہی ہو۔ تمہاری خالہ کہاں ہے؟"

"دلیہ بنا رہی ہیں۔"

"خدایا — میں دلیہ....."

"ہونہہ — ڈاکٹر — آپ آیئے مریض ہمیشہ ڈاکٹر سے تعاون ...نے سے گھبراتا ہے — حالانکہ آپ نے اس کی بکریوں کا دودھ ...سرا لیا۔"

بکریوں کے دودھ پر جاوید کھسیانا سا ہو گیا۔ مہرو اسے محبت بھری ...سے گھورتے ہوئے باہر نکل گئی۔

کچھ دیر بعد وہ پھر اندر آئی اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا اور پھر بڑے
والہانہ انداز میں جاوید سے چمٹ گئی
جاوید موم کی طرح پگھلتا چلا گیا۔
"عالی جاہ —— رات کو خبر کر دی ہوتی۔"
انداز بے حد جذباتی اور لرزش لیے ہوئے تھا۔ پھر وہ اس
سے الگ ہو گئی۔
جاوید نے اسے سرخ سرخ آنکھوں سے گھورا اور آہستہ سے
مسکراتے ہوئے بولا۔
"تم تمام رات میرے پہلو میں سوئی رہی ہو۔"
"جھوٹ"
وہ گنگنائی، اور وہ گنگناہٹ کچھ ایسی تھی جیسے کسی پہاڑ کے جھ
سے گرنے والے آبشار نے سرگوشی کی ہو۔
"سچ —— اور ہم دونوں رات بھر کشتی لڑتے رہے ہیں۔"
"بے شرم"
وہ جھینپ گئی۔
پھر جلدی سے بولی۔
"بابو سے کب بات کرو گے؟"
"جب ملازمت مل جائے گی۔"
جاوید جلدی سے بولا۔

"یہ موئی کب ملے گی۔"
مہرو نے منہ بنایا۔
"جب ستارے اچھے ہوں گے"
جاوید مسکرایا۔
"تم اخراجات کیسے کرتے ہو؟"
"ہو جاتے ہیں۔"
وہ نجانے کیوں نظریں چرا گیا۔
"کیسے ہو جاتے ہیں؟"
"تم پوچھ کر کیا کرو گی۔"
"بتاؤ نا —— کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس مرغیاں بھی نہیں
ن کے انڈے نکال کر تم بیچ سکو۔"
"آج بڑی الٹی سیدھی باتیں کر رہی ہو۔"
"یں ہر وقت فکرمند رہتی ہو۔"
"واقعی۔"
"واقعی۔"
"تمہاری خالہ اخراجات اٹھا رہی ہے۔"
"کیا وہ پاگل ہو گئی ہے۔" مہرو غرائی۔
"اسے۔ اسے ہوش میں رہو —— آہستہ بولو۔" جاوید نے بوکھلا کر
ے کی طرف دیکھا۔

"میں کسی سے ڈرتی نہیں ہوں ـــــ مگر عالی جاہ ـــــ تمہاری یہ خالہ ـــــ"

"خالہ ہوگی تمہاری۔ میری نہیں۔"

جاوید جلدی سے بولا۔

"کیوں تمہاری نہیں۔"

مہرو نے اسے گھورا۔

"میں ایسے رشتے نہیں بنایا کرتا۔"

"کیسے رشتے بناتے ہو؟"

"ختم کرو ـــــ ہاں تم کیا کہہ رہی تھیں۔"

جاوید نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"میں کہہ رہی تھی یہ خالہ ـــــ آخر اس قدر مہربان کیوں ہوتی جا رہی ہے تمہارے اوپر۔"

مہرو نے مشکوک انداز میں کہا۔

"بدنصیبی ہے میری؟"

"کہیں کوئی گھپلا تو نہیں۔"

"معلوم کرو۔"

"چوبیس گھنٹے تم رہتے ہو یا میں؟"

"تم کون سی دور رہتی ہو۔"

جاوید مسکرایا۔

"ٹھیک ہے معلوم کر لوں گی ـــــ دیکھوں گی اس بڑھیا کو۔ ویسے عالی جاہ ہے موٹی مرغی ـــــ دس بارہ ہزار دو پلے تو اس کے پاس ضرور ہوں گے۔"

"تمہیں کیسے معلوم۔"

"میں سب جانتی ہوں۔ زیور بھی دو چار ہزار کا ضرور ہوگا ایک مکان بھی تو ہے اس کا جو مرنے والے شوہر نے اس کے نام لکھ دیا تھا۔ اب اس کا کرایہ بھی کھاتی ہے۔ وہ بھی پندرہ بیس ہزار سے کم نہیں ہوگا۔"

"پھر تو واقعی مالدار عورت ہے۔"

"پھانس لو۔"

مہرو نے برا سا منہ بنایا۔

"عجیب لڑکی ہو۔"

جاوید گڑبڑا کر بولا۔

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

جاوید نے اسے گھور کر دیکھا۔

پھر پیار سے بولا۔

"تم یوں مت مسکرایا کرو۔"

"کیوں؟"

"کسی دن جان دے بیٹھوں گا۔"

"تم نے ہی تو مجھے مغرور بنا دیا ہے عالی جاہ" وہ سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

پھر جلدی سے سنبھل گئی۔

عائشہ کے قدموں کی آواز سن کر وہ جاوید کی چارپائی سے کچھ پیچھے بھی ہٹ گئی تھی۔

پھر وہ اونچی آواز میں بولی۔

"تم نے خالہ کو بہت پریشان کر رکھا ہے ۔۔۔ اور پھر کہتے ہو دلیہ نہیں کھاؤں گا ۔۔۔ تم نہیں جانتے خالہ تمہاری وجہ سے پریشان رہتی ہے۔"

مہرو نے آنکھ دبا کر کہا۔ اتنے میں عائشہ اندر آگئی۔ واقعی پیالا لائی تھی۔

"تم کیوں لڑ رہی ہو اس سے؟"

"اے لو ۔۔۔ بھلا میں کیوں اس سے لڑنے لگی اس سے بھلے کی کہہ رہی ہوں کہ خالہ کو پریشان مت کرو۔ کہہ رہا تھا دلیہ کھاؤں گا ۔۔۔ دلیہ نہیں کھائے گا تو کیا حلوہ پکایا جائے کے لیے ۔۔۔"

مہرو جھلا کر بولی۔

"تو تو پاگل ہے لڑکی ۔۔۔"

عائشہ کا لب و لہجہ آج بیحد سنجیدہ

"اور آپ ہوشمند ہیں جو اپنے پیسے کو آگ لگا رہی ہیں۔ خالہ میں تو کہوں یہ کھا پی کر بھاگ جائے گا ۔۔۔ اور تم ہاتھ ہی ملتی رہ جائے گی۔"

"چل اب خاموش رہ بنو۔ بہت زبان دراز ہو گئی ہے تو تمہارے باپ سے کہہ کر تمہارا بندوبست کرا کے دیتی ہوں۔"

"بندوبست تو ہو گیا خالہ۔"

مہرو دلآویز انداز میں مسکرائی۔

اور جاوید ایک دم نروس ہو گیا۔

"کیا مطلب؟" عائشہ جلدی سے بولی۔

مہرو مسکرا پڑی۔

"بولو کیا بندوبست کیا ہے تم نے۔"

"کوئی لڑکا ہے تمہاری نظر میں خالہ؟"

"کیا بک رہی ہو؟"

"اپنا بندوبست کرنا چاہتی ہوں۔"

"بہت بڑھ گئی ہو تم ۔۔۔ چل بھاگ اب۔"

"میں تو چلی جاؤں گی ۔۔۔ لیکن خالہ ۔۔۔ یہ کہے دیتی ہوں یہ انسان بڑا مسکین صورت ہے اور ایسے انسان وفا کرنا نہیں جانتے۔"

جاوید نے خواہ مخواہ برا سا منہ بنایا ۔۔۔ اور عائشہ کے ہاتھ سے دلیہ لے لیا۔

"ارے مت کھانا ـــ کاٹ کھائے گا ـــ" مہرو نے ناک سکیڑ کر کہا۔

"اچھا۔ اچھا ـــ بد ـــ"

عائشہ جھلا گئی

"چلی جاؤں ـــ" وہ بڑی معصومیت سے پلکیں جھپکا کر بولی

عائشہ نے اسے گھور کر دیکھا اور مہرو برا سا منہ بناتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"کمبخت بہت شریر ہے۔ برا مت ماننا اس چڑیل کی باتوں کا ـــ" عائشہ نے کہا۔

جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا ـــ اور خاموشی سے دلیہ زہر مار کرتا رہا۔

وہ کبھی کبھار عائشہ کی طرف بھی کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا جو اس کے چہرے پر یوں نظریں گاڑے ہوئے جیسے موقع ملتے ہی جھپٹ پڑے گی۔

"کیا رات نشہ پی کر سوئے تھے ـــ؟" اچانک عائشہ اس سے پوچھ بیٹھی تھی۔

"نہیں تو۔"

وہ گڑبڑا گیا۔

عائشہ مسکرائی ـــ وہی اپنی مخصوص مسکراہٹ جو اپنے اندر بہت

کچھ لئے ہوئے تھی۔ بہت سے رنگ، خمار آلود نگاہیں، جو رات کی بے باکش کشش کی غماز تھیں۔

جاوید نے جلدی سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا اور پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

"آپ نے کس بات سے اندازہ لگایا۔"

"پھر آپ۔"

"میرا مطلب تھا کس بات سے اندازہ ہوا۔"

"تمہاری حرکات سے۔"

"کیا کیا تھا میں نے۔"

وہ چور سا ہو گیا تھا اور اس کا دل آنے والے سنگین لمحات کی وجہ سے دھڑک اٹھا۔

"رات میں یہاں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔"

"پپ ـــ پھر ـــ؟"

اس نے تھوک نگلا۔

"کیا تمہیں کچھ یاد نہیں۔؟"

"نن.... نہیں ـــ"

"تم پر وحشت سوار تھی۔"

"جی ـــ"

اس کا سانس رک گیا۔

"ہاں — میں نے غلط نہیں کہا۔"
"تم .... میں اب بھی نہیں سمجھا۔"
جاوید نے کہا۔
"تم نے مجھے نوچ کھسوٹ ڈالا۔"
وہ مسکرائی تھی۔
"جج .... جی — یعنی — نہیں سمجھا۔"
جاوید نے کہا۔
"سمجھا دوں گی کسی دن —" اس نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن جو کچھ ہوا اچھا نہیں ہوا۔"
"لگ — کیا ہوا تھا۔"
وہ اب بھی انجان بنا ہوا تھا۔
"بہت کچھ۔"
عائشہ نے ہونٹ سکیڑے — اس کا انداز بہت معنی خیز تھا۔
"یقین کیجئے میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا — اگر نادانستگی میں مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو خدارا معاف کر دو۔" وہ معصومیت سے بولا۔
"دیکھا جائے گا۔؟"
عائشہ نے شانے اچکائے۔

"کیا دیکھا جائے گا۔"
"تمہاری وحشت کا حل سوچ لیا ہے میں نے —" وہ پرسوز لہجہ میں بولی۔
"کیا — ؟"
جاوید نے چونک کر اسے دیکھا۔
"تم دلیہ کھاؤ۔"
"بہت خطرناک اور پراسرار قسم کی باتیں کر رہی ہیں آپ۔" جاوید نے کہا۔
"رات میرے لئے بہت سنگین تھی لیکن میں نے اس لئے تمہارے اس فعل کو برداشت کر لیا — کہ تم واقعی اپنے ہوش میں نہیں تھے۔"
جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا۔
چند لمحے خاموشی رہی — پھر عائشہ نے ہی سکوت توڑا تھا وہ بولی۔
"کیا تمہیں ذرا سا بھی احساس نہیں کہ رات کو کیا ہوا تھا۔"
"مجھے نہیں معلوم۔"
"میں جانتی ہوں تم جھوٹ بول رہے ہو۔"
"جی —"
جاوید انجان بنا رہا۔

جھوٹ بول رہے ہو؟

وہ وزنی انداز میں بولی۔

جاوید کا رنگ پیلا پڑ گیا۔

وہ اٹھ کر چلی گئی۔

اور جاوید دونوں ہاتھوں سے یوں سر پکڑ کر بیٹھ گیا جیسے عنقریب تختۂ دار پر چڑھا دیا جانے والا ہو۔

میرا سب کچھ اب تمہارا ہے .... کیونکہ دولت کو اپنے پاس رکھ کر میں کیا کروں گی .... میری اصل دولت تو تم چرا چکے ہو۔ پرسوں رات .... جسے تم بڑی ہی دیدہ دلیری سے نظر انداز کر رہے ہو —!

وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے آپ کو بغور دیکھ رہی تھی
چالیس سال کی عمر کیا عمر ہوتی ہے، انسانی خواہشات کا گلا تو نہیں د
جاسکتا۔

وہ پندرہ برس سے بیوگی کے دن کاٹ رہی تھی، حالانکہ عین جو
میں اس کی حسرتوں اور ارمانوں کا خون ہوا تھا، لیکن وہ رو پیٹ کر خاموش
ہوگئی تھی۔

پھر اس نے بڑے تحمل سے پندرہ سال گزار دیئے تھے مگر ا
کے باوجود کبھی کبھار سرد اور سیاہ راتوں میں وہ جب ٹھنڈے بستر
تنہا لیٹتی تو اسے اپنی بے کیف اور ویران زندگی کا قلق بڑی شد
سے ہوتا۔

پھر وہ راتیں بڑی اذیت سے گزرتیں۔

تمام رات کروٹیں بدل بدل کر اور سسک سسک کر گزار دیتی۔

مگر اس کے باوجود بھی پہاڑ ایسے دنوں کو اور بے کیف زندگی کی سرد راتوں کو وہ مقدر جان کر کاٹتی رہی۔

درحقیقت اسے ایک ساتھی کی ضرورت تھی، ایک غمگسار —— اور اس کے جوانی کے حسین تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ایک ایسے مرد کی ضرورت تھی جو اس کا شوہر کہلا سکے۔

لیکن بدقسمتی سے جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کے جذبات اور گرم خون کو نیند آتی گئی۔

حتیٰ کہ پھر آہستہ آہستہ وہ اپنی بے کیف زندگی کی عادی ہوگئی شاید اس نے سمجھ لیا تھا کہ اب اس کی زندگی میں کوئی مرد نہیں آسکتا۔

اسے یونہی زندہ رہنا ہے۔

جس صبر و تحمل سے وہ زندگی کے دن گزار رہی تھی اسے محلے والے بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

مگر ——

اچانک جاوید کرائے دار کی حیثیت سے اس کی خاموش زندگی میں دبے پاؤں داخل ہوا۔

اور عائشہ کے اندر کی عورت —— جو مدت سے سو چکی تھی پھر سے بیدار ہوگئی۔

مدت سے سوئے ہوئے سرد جذبات میں پھر سے ابال آگ
اور وہ ہر وقت بے چین رہنے لگی۔

جاوید صرف بائیس چوبیس برس کا نوجوان تھا ۔۔۔ اور وہ چ
سالہ ایک بیوہ عورت ۔۔۔ جو تیزی سے بڑھاپے کی طرف بڑ
رہی تھی۔

دونوں کی عمروں میں بے حد تضاد تھا۔ جب وہ ان باتوں پر غ
ڈالتی تو اپنی جگہ تڑپ کر رہ جاتی۔

بے چینی اس قدر بڑھ گئی کہ جاوید پر اس کی محبت دن بہ دن رنگ
لاتی چلی گئی۔

وہ بہانے بہانے سے اس کا خیال رکھنے لگی ۔۔۔ جبکہ وہ ا
بات سے اچھی طرح واقف تھی کہ جاوید کو حاصل کرنا ایک دیوا
کے لیے صرف خواب ہو سکتا تھا ۔۔۔ مگر وہ دل کے ہاتھوں
مجبور تھی۔

وہ بیمار پڑی تو جاوید نے جس انداز سے اس کی دیکھ بھال او
تیمارداری کی تھی ۔۔۔ وہ اسے دیکھ کر مزید غلط فہمی کا شکار
گئی تھی۔ کاش یہ خدمت اس کے شوہر نے کی ہوتی۔ مگر جاوید ا
کا شوہر نہیں تھا۔

پھر جاوید بیمار ہوا
اور وہ سب کچھ چھوڑ کر اس کی دلجوئی اور تیمارداری میں مص

گئی۔
مگر وہ رات ۔۔۔
زندگی کی حسین ترین اور تلخ رات تھی۔

جاوید نیند کی حالت میں کسی کو پکار رہا تھا ۔۔۔ اس کے بازو
کسی کو آغوش میں لینے کے لئے پھیل جاتے تھے عائشہ
کچھ دیکھتی رہی۔

وہ اس کے جوان جسم کے لمس سے خود برف کی طرح پگھلتی جا
ی تھی۔

جاوید کی بھری بھری رانوں کو اپنے نرم نرم ہاتھوں سے دباتے
ت اس کے اندر سنسناہٹ دوڑتی رہی مگر وہ اپنے پر جبر کرکے
ت کو دھوکا دیتی رہی۔

پھر اس وقت وہ اندھی ہو گئی۔ جذبات نے بھڑک آگ پکڑ لی۔
گر جاوید کے بازو اسے آغوش میں لینے کے لئے پھیلے ہوئے
ے، وہ بار بار کسی کو پکار رہا تھا۔

عائشہ کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہو گئیں اور وہ اس کے
وش میں سما گئی۔

پھر دونوں ایک منہ زور طوفان کی لپیٹ میں آنے سے نہ
سکے۔

جاوید بے ہوش اور نیند کی حالت میں ایک گناہ کر بیٹھا تھا مگر

عائشہ اپنے دل اور جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر خوا
کو پورا کر گئی تھی۔
جرم برابر کا تھا۔
مگر ــــ دونوں اپنی اپنی جگہ بے دوش بے قصور ــ
بازی پلٹ چکی تھی۔
عائشہ ایکبار جاوید کے مضبوط بازوؤں کا سہارا حا
تھی ــــ اب اس سے کسی طرح بھی دستبردار ہونے
تیار نہیں تھی۔
جاوید کی کم مائیگی اس کے حوصلے بڑھا گئی تھی۔
جاوید گوکہ اس واقع سے جان بچا رہا تھا اور انجان بنا ہو
لیکن عائشہ اسے اشاروں کنایوں میں بتا چکی تھی کہ وہ اس
سے کھیل چکا ہے۔
تاکہ جاوید کو مزید سوچنے سمجھنے کا موقع مل جائے۔ تاکہ
جرم کی سزا باقی عمر بھی کاٹتا رہے۔
آئینے کے سامنے کھڑے کھڑے اس نے ایک طو
لی ــــ جوانی سے بھرپور انگڑائی ــــ وہ اپنے چہرے
دیکھ رہی تھی۔
اس نے سوچا کہ وہ ابھی جوان ہے۔ جھریوں نے اس
کو بدنما نہیں کیا۔

وہ کسی زاویے سے بھی بوڑھی نظر نہیں آئی۔ پھر کیا وجہ ہے
جاوید اسے حاصل کرنے سے انکار کر دے۔
اس کے پاس اپنے دو گھر تھے۔ دس بارہ ہزار نقد تھا۔ تین چار
کے زیور تھے۔
ہاں وہ مفلس نہیں تھی۔
اس نے اپنے چہرے کو ایک مرتبہ پھر آئینے میں غور سے دیکھا۔
ہاں ــــ خوبصورت چہرہ تھا۔
جسم بھی جوان تھا۔
میک اپ نے اسے اپنی عمر سے مزید دس سال پیچھے دھکیل
دیا تھا۔
وہ تیس سال کی ایک جوان اور خوبصورت عورت معلوم ہو رہی تھی
اس نے ایک بہت خوبصورت جوڑا پہن رکھا تھا۔ ہاں اس کا
اب بھی بھرا بھرا تھا۔
آج اس نے اپنے سراپے کا تنقیدی کا جائزہ لیا ــــ اور مطمئن
میں سر کو یوں جنبش دی ــــ جیسے بازی اس کے ہاتھ ہو
رہے گی۔
جاوید ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔
مگر وہ تو آٹھ بجے تک آ جایا کرتا تھا ــــ لیکن وہ انتظار کر
رہی تھی۔

آج وقت کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔

وقت گزرتا رہا......

وہ انتظار کرتی رہی۔

آدھا گھنٹہ گزر گیا۔

پھر ٹھیک گیارہ بجے اسے صحن میں قدموں کی آواز ابھر محسوس ہوئی۔

شاید وہ آگیا تھا۔

پھر اسے برآمدے میں اس کے چلنے کی آواز آئی۔ پھر ج اسے یقین ہوگیا کہ وہ کمرے میں داخل ہوچکا ہے تو وہ اپنے ک سے نکل آئی۔

آج کا دن بڑا اہم تھا۔

اہم اس لئے کہ وہ آج جاوید سے دو ٹوک بات کرنا چاہتی پہلے وہ باورچی خانے میں گئی۔

سالن جو اس نے دوبارہ گرم کیا تھا اس وقت چل سکتا تھا وہ میں کھانا لئے اس کے کمرے میں چلی آئی۔

جاوید جو سمجھ بیٹھا تھا کہ اب تک بڑھیا سو چکی ہوگی ـــ خود بھی سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اور بستر پر دراز بھی ہو چکا عائشہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر ایک دم بستر کر بیٹھ گیا۔

"بہت دیر سے آنے لگے ہو۔"

عائشہ نے لب کشائی کی۔

جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ تو بڑی عجیب و غریب نظروں سے اس کے بناؤ سنگھار کو دیکھ رہا تھا۔

وہ واقعی بہت حسین لگ رہی تھی۔ نجانے آج اس نے کتنا وقت اپنے آپ کو بنانے سنوارنے میں خرچ کیا تھا۔

عائشہ نے چند لمحے اس کے جواب کا انتظار کیا ـــ اور پھر آہستہ سے بولی۔

"کیا دفتر اتنی رات گئے تک کھلے رہتے ہیں۔"

"دور دراز نکل جاتا ہوں ـــ اس لئے واپسی میں دیر ہو جاتی ہے۔" جاوید نے جواب دیا۔

"اب ملازمت کی تلاش ختم کر دو۔"

وہ بڑی بے نیازی سے بولی۔

جاوید نے استفہامیہ انداز میں اس حیرت ناک جملے کو سنا تھا۔

مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ آج رات اس کی زندگی میں حیرتوں کے سمندر لانے والی ہے۔

عائشہ نے پھر کہا۔

"میرے پاس دس بارہ ہزار نقد اور کچھ زیور ہیں ان سے کوئی اچھا سا کاروبار کر لو۔ ملازمت تمہیں کیا دے گی۔ اگر یہ روپے کاروبار کے لئے کم ہوں تو پھر میرے پاس ایک مکان اور بھی ہے۔ پندرہ بیس ہزار کا مزید بندوبست ہو سکتا ہے۔"

جاوید نے اپنے سر کو زور سے جھٹکہ دیا۔

انداز غیر یقینی تھا۔

بالکل ایسے ہی لگا تھا جیسے اس نے جو کچھ سنا ہو وہ ایک دھوکا ہو۔

"تم میری طرف یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیوں دیکھ رہے ہو؟"

عائشہ اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

"آپ کی اس نوازش کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔" وہ گھسے پٹے لہجے میں بولا۔

وہ مسکرائی۔

پھر جاوید کے جوان اور خوبصورت چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولی۔

"میرے پاس جو کچھ ہے وہ اب تمہارا ہے۔ میں اسے اپنے پاس رکھ کر کیا کروں گی۔ میں چاہتی ہوں تم ملازمت مت کرو۔ اس میں کیا رکھا ہے۔ کوئی مناسب اور اچھا کاروبار کر لو۔ تاکہ ہماری باقی زندگی آرام سے گزر جائے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔؟"

جاوید کا انداز سہما ہوا تھا۔

"بالکل بچے ہو کیا؟"

وہ بڑے مہربان اور نرم لہجے میں بولی۔

"اب بھی نہیں سمجھ سکا۔"

جاوید بے بسی سے بولا۔

"کیا نہیں سمجھ سکے؟"

عائشہ کا لہجہ بدستور نرم تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔"

جاوید نے اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"ہوں۔"

اس کا ہنکارا بڑا سنگین تھا۔

چند لمحوں تک وہ اسے دیکھتی رہی۔

پھر اپنے الفاظ کی نوک پلک سنوارتے ہوئے بڑے وزنی لہجے میں بولی۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ کھل کر بات کی جائے تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں البتہ میری باتوں کو بڑی تحمل مزاجی سے سنو۔ پھر غور کرو — اور اس کے بعد جواب دو۔"

"فف .... فرمائیے۔" وہ تھوک نگل کر بولا۔

لیکن اسے آنے والے طوفان کے تیور کچھ اچھے نظر نہیں آرہے تھے۔

چند لمحے وہ خاموشی سے عائشہ کی طرف دیکھتا رہا جو انتہائی پرسکون انداز میں اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

پھر گلا صاف کر کے اس نے کہنا شروع کیا۔

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ میرا سب کچھ اب تمہارا ہے کیونکہ دولت کو اپنے پاس رکھ کر میں کیا کروں گی۔ کیونکہ میری اصل دولت تو تم چرا چکے ہو ۔۔۔ پرسوں رات ۔۔۔ جسے تم بڑی ہی دیدہ دلیری سے نظر انداز کر رہے ہو ۔۔۔ وہ بڑی سنگین اور طوفانی رات تھی ۔۔۔"

وہ ایک لمحہ کو رکی۔

پھر مسکرا کر جاوید کی طرف دیکھ کر بولی۔

"تم چاہتے ہو کہ تمہیں اس رات کی تمام کہانی سناؤں تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔"

جاوید نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

وہ کہہ رہی تھی۔

"اب تمہارے سامنے حجاب کیسا ۔۔۔ ہم دونوں ایک ہی بستر پر رات گذار چکے ہیں ۔۔۔ میں نے تمہارا جنون اور مردانگی کی وحشت دیکھی ہے اور تم نے میرے جسم اور بے کیف زندگی

کے راز کو پالیا ہوگا۔"

تم نے اس رات ۔۔۔ میرے ساتھ ایک بھیانک کھیل کھیلا ۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ تم نے کس جذبے کے تحت وہ سب کچھ کیا ۔۔۔ تم سوئے ہوئے تھے۔ میں تمہاری طرف سے فکر مند تھی ۔۔۔ تمہیں بخار بہت تیز تھا ۔۔۔ تم نیند کی حالت میں چند لمحوں تک بڑبڑاتے رہے۔

پھر ۔۔۔ اچانک اٹھے اور مجھے دبوچ لیا۔ حیرت اور خوف سے میری گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی مگر بخار نے تم پر کیا وحشت سوار تھی تم نے مجھے اٹھا کر چارپائی پر پٹخ دیا۔ میں تڑپی تھی۔ چلانا چاہتی تھی ۔۔۔ لیکن اپنی عزت اور دنیا والوں کی باتوں سے خوفزدہ ہو گئی میں نے تمہارے چہرے پر برسنے والی وحشت اور آنکھوں میں جو جنونی رنگ دیکھے اس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم کیا کرنے والے ہو۔

عائشہ سانس لینے کے لئے رکی۔

اور جاوید ۔۔۔

اس کی حالت اس بے بس پرندے سے مختلف نہیں تھی جسے کسی پنجرے میں قید کر دیا گیا ہو۔ اس کے فرار کے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے ہوں۔

عائشہ نے اسے دیکھا تو مسکرا دی۔ شاید جاوید کی بے بسی پر فرحت محسوس کر رہی تھی۔

جاوید بڑی بے چینی کے عالم میں جلدی جلدی پہلو بدل رہا تھا۔
چند لمحے رک کر وہ پھر بولی۔

"میں بے بس تھی، تڑپ رہی تھی اور بستر پر مچل رہی تھی اتنا
جدوجہد کے باوجود بھی میں اپنے آپ کو تمہاری مضبوط گرفت
سے آزاد نہ کرا سکی۔ تم نے مجھے یوں دبوچ رکھا تھا جیسے کوئی بپ
ھوا باز کبوتر کو دبوچ لیا کرتا ہے۔"

پھر تم نے ——— یا تمہاری وحشت نے لباس آدمیت تار تار
دیا۔ میں برہنہ ہو چکی تھی۔ اور پھر ——— تم نے بڑے جنونی انداز
میں مجھے نوچ کھسوٹ ڈالا۔ مجھے ہر زاویے اور ہر پہلو سے اد
کر رکھ دیا۔ پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔"

وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئی۔

کمرے میں بڑی گھمبیر خاموشی طاری تھی۔ پھر عائشہ نے
ہی سکوت توڑا تھا۔

"جب مجھے ہوش آیا تو خود کو تمہارے پہلو میں برہنہ لیٹا ہوا پایا
رات بہت بیت چکی تھی اور تم بھی اپنی وحشت اور جنون اتر جانے
کے بعد گہری نیند سو گئے ہوئے تھے۔ میں نے بہت کچھ سوچا ———
ور مچاتی ——— تو بنی بنائی عزت خاک میں مل جاتی ہے اور تمہارا
مستقبل بھی تاریک ہو جاتا ——— لہذا میرے لئے ایک ہی راستہ
تھا کہ خاموش ہو جاؤں۔ کیونکہ میں اپنا سب کچھ لٹا چکی تھی۔ لہذا
میں نے اسی پر عمل کیا۔"

وہ چند لمحے رکی۔ پھر بولی۔

"اب جبکہ تم میرا سب کچھ چھین چکے ہو۔ پھر کیوں نہ باقی زندگ

عزت سے گزار دیں۔ تم کاروبار کرلو۔ میرے پاس کافی پیسہ
امید ہے ہم آرام سے زندگی گزار سکیں گے۔"

عائشہ نے اپنی بات ختم کی اور سوالیہ نظروں سے جاوید کو
دیکھنے لگی۔

جاوید کا ذہن سوکھی ہوئی لکڑی کی طرح جل جل کر چٹخ رہا تھا
دیوانوں کی طرح عائشہ کی طرف دیکھے جارہا تھا جس جال میں وہ پھنس
گیا تھا اس کی ڈوریاں بڑی مضبوط تھی ـــ وہ انہیں نہیں
سکتا تھا۔

لیکن وہ یکلخت کسی زخمی پرندے کی طرح جسے پنجرے میں
بند کیا جانے والا ہو ـــ پھڑپھڑا کر سیدھا ہوگیا ـــ
پھر بولا۔

"جو کچھ ہوا ـــ مجھے اس کا افسوس ہے ـــ لیکن میں آپ
دی نہیں کرسکتا۔"

"پھر کیا مجھے داشتہ بنا کر رکھو گے ـــ" عائشہ کا لہجہ اب
مہربان تھا۔

"نہیں ـــ ایسا سوچنا بھی میرے لیے گناہ ہے۔" وہ
لا۔

"پھر کوئی راستہ تم بتاؤ۔"؟
وہ آہستہ اور نرم لہجے میں بولی۔

"راستہ ـــ"
وہ پاگلوں کی طرح بڑبڑایا۔ اس کی آنکھوں سے بے بسی
تھی۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے وہ بولا۔

"بس یہی ایک راستہ ہے کہ آپ مجھے معاف کردیں۔"

"معاف کردوں۔"

عائشہ نے اسے گھورا۔

"ہاں معاف کردیں۔ کیونکہ جو کچھ ہوا ایک حادثہ تھا جس میں
میرے کردار اور فعل کو دخل نہیں تھا ـــ" جاوید نے اس سے
نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں ـــ لیکن اب میرے بتائے ہوئے راستے
کے علاوہ مزید کوئی حل نہیں ـــ اگر تم کوئی اچھا حل پیش کرسکو تو
میں اپنے فیصلے سے دستبردار ہوجاؤں گی ـــ" عائشہ نے ٹھوس
لہجے میں جواب دیا۔

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ ہی کوئی دوسرا راستہ منتخب کرلیں۔"
جاوید نے کہا۔

"میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں۔"

"سوچیے شاید کوئی متبادل راستہ نکل ہی آئے ـــ" جاوید پرامید
لہجے میں بولا۔

"ہوں۔" عائشہ سوچ میں ڈوب گئی۔

چند لمحے گزر گئے۔

پھر عائشہ نے کہا۔

"ہاں — ایک راستہ اور بھی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تم اسے پسند نہیں کرو گے۔"

"بتایئے۔"

وہ بے چین ہو کر بولا۔

"میں تمہاری بربریت اور وحشت کے نام پر خودکشی کر لوں۔"

وہ بولی۔

"نہیں۔" اس کا ذہن چیخ گیا۔

"پھر اور کوئی راستہ نہیں — مجھے معلوم تھا کہ تم خودکشی کو پسند نہیں کرو گے۔"

"لیکن میں آپ سے شادی بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیوں؟"

"بس یہ میرا فیصلہ ہے۔"

"شادی میں کیا قباحت ہے کیا میں جوان نہیں۔ تم سے عمر میں ہی تو بڑی ہوں — مگر یہ کوئی خاص بات نہیں۔ دنیا میں لاکھوں مثالیں موجود ہیں کہ ستر سال کے بڈھے نے تیس سال کی عورت سے شادی کر لی۔ پچاس سالہ عورت نے بیس سال کے لڑکے سے شادی کر لی۔ دراصل عمروں میں کچھ نہیں رکھا ہوتا۔ اصل بات

اور شئے تو دل ہے۔ رفاقت ہے۔ کسی چیز کا پسند آ جانا ہے باہمی تعاون حاصل ہو جانے کی صورت میں عمروں کا تضاد مٹ جاتا ہے۔ دل ہر دور میں جوان رہتا ہے۔ جذبات کبھی سرد نہیں ہوتے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ گوشت ڈھلک جائے پھر انسان خود بخود — مایوس ہو کر اپنے جذبات و احساسات کو بوڑھا محسوس کر لے — اور پھر میری عمر اتنی زیادہ نہیں ہے کہ میں تمہاری مردانگی کا جواب خوشی سے نہ دے سکوں۔ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں تو پھر آزمائش شرط ہے۔ ایک گناہ اور سہی — لیکن گناہ مجبوری کے تحت ہو گا — آنے والے خوشگوار اور خوش آئند مستقبل کے لئے ہو گا۔"

"لک... کیا مطلب؟"

جاوید نے لرزتی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"اس وقت تم ہوش و حواس میں ہو۔"

عائشہ مسکرائی۔

"پپ... پھر —" جاوید ہکلایا۔

"پھر یہی کہ تم ایک بار پھر وحشت کو آواز دے لو — میں ہر رنگ میں تمہارا ساتھ دوں گی — کسی بھی زاویے سے مجھے کمزور نہیں پاؤ گے۔"

عائشہ نے کہا۔

"نن.... نہیں — یہ نہیں ہو سکتا"
جاوید چیخ پڑا۔
"تو پھر شادی کر لو — ہم دونوں کی مشکلات کا واحد حل یہ ہے" عائشہ بولی۔
"میں شادی نہیں کر سکتا"
"کیوں — آخر کوئی وجہ بھی ہو"
"وجہ ہے"
"کیا؟"
"میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں"
"آہ —"
عائشہ کراہ اٹھی۔
"کون ہے وہ؟"
"مہرو —"
جاوید کی آواز لرز رہی تھی۔
"مہرو —" اس کے ہونٹوں سے پھر ایک کراہ نکلی۔ اس کے چہرے پر درد و کرب کے کئی رنگ ابھرے اس نے ہونٹ بڑی بے بسی سے کاٹے۔ پھر — یوں معلوم ہوا جیسے اس کے چہرے پر اپنی شکست کے آثار پھیل گئے ہوں۔
اس نے ہونٹ چباتے ہوئے بڑی مترحم نظروں سے با

کی طرف دیکھا۔
پھر بولی۔
"کھانا کھا لو۔ شاید میری قسمت میں نامرادی ہی ہے"
اس بار جاوید نے اسے حیرت سے دیکھا اس کا خیال تھا کہ یہ اس کی بات سن کر چیخے گی، چلائے گی، دھونس دے گی اور اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے گی۔
لیکن —
کچھ بھی نہ ہوا —
وہ اس وقت غم و یاس کی تصویر بنی ایک معصوم سی بچی معلوم ہو رہی تھی۔ جیسے کسی نے اس کے ریت کے گھروندے کو مسمار کر دیا ہو جسے اس نے بڑی محنت سے بنایا ہو۔
"مجھے بھوک نہیں"
وہ تھوک نگل کر بولا۔
"کیا وہ بھی تم سے پیار کرتی ہے —" عائشہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔
"ہاں بے تحاشا۔ والہانہ"
"اچھا — تمہیں خوشیاں مبارک"
اتنا کہہ کر وہ اٹھ گئی۔
برتن وہیں پڑے رہ گئے تھے۔

جاوید نے اس کی طرف دیکھا۔

وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

جاوید کی آنکھوں میں اب بھی حیرت مترشح تھی۔

وہ کتنی خاموشی سے چلی گئی تھی۔

مگر کیوں ؟

لیکن ـــ اس کیوں کا جواب تو شاید اس کے فرشتوں کے پاس بھی نہیں تھا۔

اس سے عائشہ کے چہرے پر مایوسیوں کے بادل اور ناامیدیوں کے بجھتے ہوئے چراغ نہیں دیکھے جاتے تھے.... کیا وہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ جائے۔ اتنی دور جہاں دونوں نہ ہوں.....

نہ بوڑھی محبت.... نہ جوان پیار!

وہ جاوید اسے دیکھتا چلا گیا۔ چند دنوں میں ہی عائشہ کچھ سے کچھ ہو گئی تھی۔

اب وہ عائشہ نہیں تھی، جو کبھی اپنے آپ کو جوان سمجھتی تھی اب تو وہ وقت سے پہلے ہی بوڑھی ہو گئی تھی۔ سرخ و سپید رخسار — جن پر زمانے کے تند و تیز تھپیڑوں نے بھی اثر نہیں کیا تھا۔ اب جاوید کی بے رخی نے انہیں زرد کر دیا تھا۔

دیکھا جائے تو ایک چلتی پھرتی لاش بن کر رہ گئی تھی — خاموش خاموش سی بے حس عورت — جیسے اس کا ہر احساس فنا ہو گیا ہو۔

لیکن — یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی اس کے معمول میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

وہ اب بھی جاوید کی ضروریات کا پوری طرح سے خیال رکھتی تھی۔ باقاعدہ کہ '' اخراجات کے لئے پیسے اس کے آرام اور چائے کا خیال رکھنا — اب بھی اس کے روزمرہ کے معمولات میں شامل تھا۔

مگر اب یہ ایک علیحدہ بات تھی کہ وہ اس سے زیادہ گفتگو نہیں کرتی تھی۔

بس — خاموش خاموش بے رونق سی آنکھوں میں اسے دیکھتی رہتی۔

اور جاوید —

نجانے کیوں اس کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے اکثر محسوس کرتا جیسے یہ عورت بہت جلد مر جائے گی۔

وقت دبے پاؤں گزرتا رہا۔

شب و روز میں یکسانیت اور ایک ٹھہراؤ سا پیدا ہو گیا تھا۔ جاوید کو اس ماحول میں بڑی گھٹن محسوس ہونے لگی تھی۔ لیکن —

پھر ایک دن —

ہیرو نے اسے بتایا کہ خالہ نے باپو سے مجھے تمہارے لئے مانگا ہے۔

"گ.... کیا —؟"

جاوید بھونچکا رہ گیا۔

ظاہر ہے ـــــ یہ خبر جاوید کے لئے کسی بم کے دھماکے
کم نہیں تھی۔

پھر مہرو نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ باپو نے جب کہا کہ ایک
سال تک وہ میری شادی کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا تو عائشہ
اسے کچھ رقم کی بھی آفر کی کہ مہرو کے بیاہ کے تمام اخراجات
خود برداشت کرے گی۔

باپو مان گیا ہے اور اب کوئی دن مقرر کر کے دونوں کی شا
ہو جائے گی۔

یہ سب باتیں مہرو نے جاوید کو بتائی تھیں۔

اور جاوید حیرت کے سمندر میں غوطے کھاتے ہوئے
سوچ رہا تھا کہ یہ عورت کیا شئے ہے ـــــ اس سے اب
چاہتی ہے۔

وہ یہ قربانی کیوں دے رہی ہے ؟

اس قربانی کا پس منظر کیا ہے ؟

پھر اسے عائشہ کا جملہ یاد آیا۔ جب اس نے جانے ہو
بڑی مایوسی سے کہا تھا کہ ـــــ

"تمہیں خوشیاں مبارک ہوں"

"تو کیا وہ واقعی اسے اس قدر چاہتی ہے کہ اس حد تک
جائے"

اس کی اس چاہت کا انداز کیسا تھا۔

وہ سوچتا رہا۔ اور الجھتا رہا۔

یہ عورت واقعی اس کی سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔

آج جب رات کو وہ کھانا لے کر آئی تو جاوید سلگتے ہوئے
من کے ساتھ بولا۔

"مجھے مہرو نے بتایا تھا کہ آپ اس کے باپو سے ملی تھیں"

"پھر ـــــ"

وہ حسب معمول مسکرا دی۔

لیکن اس مسکراہٹ میں ناامیدیوں اور ناکام تمناؤں کے سوا
کچھ نہیں تھا۔

"آخر آپ میرے لئے اتنا کچھ کیوں کر رہی ہیں" جاوید نے
آہستہ سے کہا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا بس خاموشی کے ساتھ جاوید کی
طرف دیکھتی رہی۔

جاوید چند لمحوں تک اس کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھتا
رہا۔ پھر نظریں جھکا کر بولا۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا"

"ہونہہ"

اس نے ایک طویل سانس لی۔ پھر یاس میں ڈوبے ہوئے

لہجے میں بولی۔

"یہ سب میں اس لئے کر رہی ہوں کہ تم خوش رہ سکو۔"

"لیکن ۔۔۔ میرے خوش رہنے سے آپ کو کیا ملے گا؟"

"معلوم نہیں ۔۔۔ بس میں اتنا چاہتی ہوں کہ تم میرے سامنے رہو اور سامنے تب ہی رہ سکتے ہو اگر یہاں رہو اور یہاں اسی وقت رہ سکتے ہو جب تمہاری شادی مہرو سے کرادی جائے لہذا اپنے مفاد کے پیش نظر میں یہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہوں۔"

عائشہ نے اسے تفصیل سے بتایا۔

پھر اس سے قبل کہ جاوید مزید کچھ کہتا وہ تیزی سے باہر نکل گئی ۔۔۔ اور جاوید ۔۔۔ وہ اس کی اس نرالی منطق کے بارے میں سوچتا رہ گیا۔

دوسرے دن مہرو پھر آئی۔

عائشہ اس وقت مہرو کے باپ کے پاس گئی ہوئی تھی۔ مہرو نے آتے ہی کہا۔

"عالی جاہ ۔۔۔ ایک خوشخبری ہے میرے پاس۔"

وہ بڑی خوش نظر آ رہی تھی ۔۔۔ خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"کیا بات ہے بتاؤ۔"

جاوید نے کہا۔

"خالہ باپو سے شادی کا دن مانگ رہی ہے۔"

"ہوں۔"

جاوید نجانے کیوں مسکرا دیا۔

"خالہ نے باپو کو کچھ رقم بھی دی ہے۔"

"تمہاری خالہ واقعی بہت اچھی ہے ۔۔۔ کیوں ۔۔۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔"

"وہ تمہاری بھی تو خالہ ہے ۔۔۔ لیکن ۔۔۔ تم اسے خالہ کیوں نہیں کہتے؟"

"بکواس بند کرو۔"

جاوید غرا اٹھا ۔۔۔

اور مہرو اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اور اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف کے آثار تھے۔

"عالی جاہ ۔۔۔"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

جاوید کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس نے جلدی سے اپنے آپ پر قابو پایا ۔۔۔ اور پھر نرم لہجے میں اسے مخاطب کر کے بولا۔

"مہرو ۔۔۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میں کسی رشتے کا قائل نہیں ہوں ۔۔۔ رشتے صرف خونی ہوتے ہیں۔"

"تو اس میں یوں چلانے کی کیا ضرورت تھی" ہیرو نے حسب معمول ناک سکیڑ کر کہا۔

"جاؤ — میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" جاوید نے بیزاری سے کہا۔

"اے عالی جاہ — کیا تمہارے اوپر جن بھوت کا سایہ تو نہیں آگیا"

جاوید نے اسے گھور کر دیکھا۔

ہیرو کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"کیوں دانت نکال رہی ہو"

جاوید کو نجانے کیوں وہ اس وقت برداشت نہیں ہو رہی تھی —

"کیا میرے دانت اچھے نہیں ہیں؟"

"بہت اچھے ہیں"

"اور میں؟"

"تم بھی بہت اچھی ہو"

جاوید نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔

"پھر تم کاٹنے کو کیوں دوڑ رہے ہو —؟" وہ پلکیں جھپکا کر بولی۔

"میرا دماغ خراب ہو گیا ہے"

"آج تو خوشی کا دن ہے کہ اب ہم عنقریب ایک ہونے والے ہیں —"

"ہوں" جاوید ہنس پڑا۔

"میں آج بہت خوش ہوں عالی جاہ — بہت خوش — کیا تم خوش نہیں ہو"

"کیوں نہیں۔ میں بھی بہت خوش ہوں"

"لیکن تمہارا چہرہ تو چغلی کھا رہا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو" ہیرو مسکرا کر بولی۔

"کمبخت صورت ہی ایسی ہے"

"مجھے تو بہت اچھی لگتی ہے"

"میرے خیال میں تمہاری خالہ آنے والی ہے" جاوید نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"پھر؟"

"ایسی صورت میں کچھ مناسب نہیں ہوگا کہ بے شرمی کا ثبوت دیا جائے"

"بڑے عقل مند بنتے ہو"

"پہلے کبھی نہیں تھا"

"مجھے سب معلوم ہے"

"کیا معلوم ہے؟"

جاوید چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

وہ ہنس پڑی، پھر بولی۔

"پہلے تم بہت بے صبرے تھے ـــــ کیوں ـــــ میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

جاوید نے اسے غور سے دیکھا اور بولا۔

"لیکن اب بے صبرا نہیں ہوں ـــــ کیونکہ اب یقین ہوگیا ہے کہ جدائی کے چند دن ہی رہ گئے ہیں، جو عنقریب ختم ہو جانے والے ہیں۔"

"اچھا ـــــ مجھے شادی کی رات کیا تحفہ دو گے؟" مہرو نے اچانک سوال کر ڈالا۔

"میں کسی تحفے سے کم ہوں؟"

"ارے واہ ـــــ وہ تو تم میرے ہو ہی۔"

وہ ایک ادا سے بولی۔

"پھر کیا چاہیئے؟" جاوید بولا۔

"بس کچھ چاہیئے۔"

وہ مسکرا دی۔

جاوید نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ اسی لمحے عائشہ سر جھکائے اندر داخل ہوئی۔

دونوں کو ایک ساتھ برآمدے میں کھڑے دیکھا تو اس کے

چہرے پر ایک بے نام سا رنگ ابھر کر مٹ گیا۔

پھر وہ نہایت خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی

جاوید کا دل ہی تو کٹ گیا۔

کتنا یاس تھا جو اس کے چہرے پر برس رہا تھا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یہ خالہ دن بہ دن کمزور اور زرد کیوں ہوتی جا رہی ہے؟" مہرو دل کی بات زبان پر لے آئی۔

"معلوم کرو۔" جاوید آہستہ سے بولا۔

"کیا تم نے پوچھا نہیں؟"

"پوچھا تھا۔"

"پھر ـــــ"

"اس نے کچھ بتایا ہی نہیں۔"

"چلو معلوم کریں۔"

"خود ہی جا کر معلوم کر لو۔"

جاوید نے اسے ٹالنا چاہا۔

"ارے عالی جاہ ـــــ وہ ہمارے ساتھ اتنی ہمدردی کر رہی ہے لیکن ہم دونوں ہی اس سے غیریت برت رہے ہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے۔"

مہرو نے ذرا تلخ لہجے میں کہا تھا۔

جاوید گڑبڑا گیا۔

بات معقول تھی وہ لاجواب ہوگیا۔

مہرو اسے ہاتھ سے پکڑ کر بولی۔

" اور چلو ـ معلوم کرو سنجانے کیا بیماری ہے اسے دن بہ دن گھلتی جا رہی ہے۔"

جاوید مجبوراً اس کے ساتھ ہولیا۔

عائشہ کرسی پر آنکھیں بند کیے یوں گہری گہری سانسیں لے رہی تھی جیسے میلوں پیدل چل کر آئی ہو۔

" خالہ ـــ "

مہرو آہستہ سے بولی۔

ا نے چونک کر نقاہت سے بھرپور آنکھیں کھول دیں ۔ اور پھر بولی۔

" کہو ـ کیا بات ہے ؟"

" تم بیمار ہو گیا ؟"

" نہیں تو "

" پھر یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے ـــ " مہرو نے عائشہ سے پوچھا۔

جاوید خاموشی سے عائشہ کو تک رہا تھا۔

وہ مسکرا دی۔

اور جاوید کو اس کی یہ مسکراہٹ بڑی ہی خون آلود معلوم ہوئی تھی۔

" اب تم اپنے پیار سے زیادہ نہ ملا کرو ـــ کچھ دن تو بیٹھ کر گزار لو محلے والوں کے منہ میں آجاؤ گی۔ اب صرف ایک ہی ہفتہ تو رہ گیا ہے۔"

عائشہ نے مہرو کو سمجھانے والے انداز میں کہا۔

" میں شرما رہی ہوں خالہ "

مہرو نے پلکیں جھپکائیں۔

عائشہ پھر مسکرائی اور مہرو بولی۔

" خالہ میں نے کیا پوچھا تھا "

" بوڑھی ہوگئی ہوں کیا ؟"

" ارے نہیں خالہ ــــ کچھ بیمار دکھائی دیتی ہو ـــ " مہرو نے جلدی سے کہا۔

" اچھا ــــ میں نے غور نہیں کیا ــــ " عائشہ نے جاوید کی طرف دیکھ کر کہا۔

اور جاوید نے گڑبڑا کر نگاہوں کا زاویہ بدل دیا۔

اور مہرو نے کہا۔

" اب جلدی سے کر لو ــــ میں نے عالی جاہ سے تمہارے بارے میں معلوم کیا کہ خالہ کو کیا ہوگیا ہے۔ لیکن شاید اسے بھی

کچھ نہیں معلوم۔"

"پگلی ہو تم تو ۔۔۔ مجھے کچھ نہیں ہوا۔"

"جھوٹ ۔۔۔ سفید جھوٹ ۔۔۔ کیوں خالہ ۔۔۔" وہ شرارت سے بولی۔

"اب جاؤ ۔۔۔ میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں ۔۔۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"خالہ ۔۔۔"

مہرو نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، جو آنکھیں بند کئے پھر کرسی کی پشت سے ٹیک گئی تھی۔

"آؤ ۔۔۔ تمہاری خالہ تمہیں کچھ نہیں بتائے گی ۔۔۔" جاوید نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے کہا، اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

"اسے کیا ہو گیا ہے عالیجاہ۔"

مہرو حیرت سے بولی۔

دونوں پھر برآمدے میں نکل آئے تھے۔

"کچھ بتائے تو پتہ چلے۔"

"تم معلوم کیوں نہیں کرتے۔"

"کوشش کر چکا ہوں۔"

جاوید نے مایوسی سے سر نفی میں ہلایا۔

"عجیب بات ہے۔" مہرو بڑبڑائی۔

"یہاں ہونے والی ہر بات عجیب ہے۔"

"کیا مطلب"

"کک ۔۔۔۔ کچھ نہیں۔"

جاوید نے جلدی سے کہا، پھر اس سے پہلے کہ مہرو کچھ کہتی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا اب ایک پیار دے دو ۔۔۔ اور جاؤں یہاں سے مجھے باہر جانا ہے۔"

"بے شرم۔"

مہرو نے اسے گھور کر دیکھا۔

"کیوں نکل گئی جان؟"

مہرو مسکرائی۔ پھر بولی۔

"خالہ کہہ رہی تھی کہ اب صرف آٹھ دن رہ گئے ہیں۔ اپنے پیار کم ملا کرو۔"

"میں نے بھی سن لیا تھا۔"

"پھر ۔۔۔ صبر کرو۔"

"صرف ایک ۔۔۔ پیار۔"

جاوید کا لہجہ ایسا ہی تھا جیسے کوئی بھکاری کسی سے ایک طلب کر رہا ہو۔

مہرو ایک دم ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"کیا میں بھاگ جاؤں"

"چاہتا تو میں بھی یہی ہوں ـــــ لیکن میرا مطالبہ پورا کرنے کے
بعد ـــــ"

مہرو نے اسے گھور کر دیکھا۔

جاوید نے لپک کر اسے دبوچ لیا۔

"ارے ـــ ارے" مہرو کسمسائی۔

پھر غصے سے بولی۔ "چھوڑ دو ورنہ شور مچا دوں گی"

"بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ جب سیدھی انگلیوں سے گھی نہ
نکلے تو انہیں ٹیڑھا کر دو"

"میں کہتی ہوں چھوڑ دو۔ خالہ نہ آجائے کہیں ـــــ" مہرو کے
لہجے میں التجا تھی۔

"ناممکن ـــــ صرف ایک پیار ـــــ" جاوید اس پر جھکتا ہوا
"دیکھو بری بات ہے"

مہرو نے اسے گھورتے ہوئے قدرے غصے سے کہا۔ لیکن جاوید
کو وہ اس غصے میں اور بھی پیاری لگنے لگی۔

پھر اس سے پہلے کہ مہرو مزید کچھ کہتی، جاوید نے اپنے
ہوئے ہونٹ اس کے لبوں پر رکھ دیئے۔

ایک طویل بوسے کے بعد وہ اس سے علیحدہ ہو گیا۔ مہرو نے
اسے گھور کر دیکھا۔

پھر اس سے پہلے کہ جاوید اسے روکتا، وہ تیزی کے ساتھ چلی گئی
جاوید۔ ذہن میں مختلف خیالات کی یلغار لیے خود بھی باہر نکل آیا۔
نہ وہ ملازمت تلاش کرتا تھا اور نہ ہی اس بارے میں سوچتا تھا۔
وقت مہرو ـــــ اور عائشہ اس کے حواس پر سوار رہتی تھیں۔
سوچتا ـــ آخر اس کہانی کا انجام کیا ہو گا؟
حالات اسے کدھر لے جائیں گے۔
اس سے عائشہ کے چہرے پر مایوسیوں کے بادل اور ناامیدوں
بجھتے ہوئے چراغ نہیں دیکھے جاتے تھے۔
یا وہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ جائے؟
اتنی دور ـــــ جہاں دونوں نہ ہوں۔
نہ بوڑھی محبت ـــــ
اور نہ جوان پیار ـــــ

میں جوان ہوں .... میرے جسم کا گوشت ڈھلکا نہیں
اگر یقین نہ ہو تو پھر ایک بار اس دہشت کو آواز دے
مجھے کسی بھی زاویئے سے کمزور نہیں پاؤ گے۔

٭٭٭٭٭

دیکھو جاوید... میں تمہارے راستے کی دیوار نہیں بننا
اگر یہ رات تمام تر خوشیوں کے ساتھ مجھے دے دو تو
سمجھ لوں گی کہ مراد پا گئی ہے

آٹھ دن ــــ جاوید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آٹھ صدیاں بیت گئی ہوں۔

وہ اپنے چاروں طرف آگ ہی آگ بھڑکتی محسوس کر رہا تھا۔

عائشہ خاموش تھی۔

ایسے ہی جیسے کوئی زندہ لاش ہو ــــ یا پھر پتھر کی بے حس مورتی!

جاوید اسے ہر لمحے گھورتا رہتا ــــ جو مہرو کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھی۔

عجیب عورت تھی۔

چوبیس گھنٹے کام ــــ

جیسے کوئی مشین ہو ــــ

نہ رکنے والی ــــ نہ تھکنے والی ــــ اور جاوید اسے دیکھ دیکھ کر

انگاروں پر لوٹتا رہتا۔

وہ کس آگ میں جل رہی تھی۔

کس قدر خاموش —— اور نظر نہ آنے والی آگ جو اسے اندر

اندر ختم کئے دے رہی تھی۔

بوڑھی محبت ——

جوان پیار ——

سرد جوانی ——

گرم خون ——

عجیب سنگم اور رنگین دوراہا تھا جس پر وہ اکھڑا ہوا تھا۔

کل وہ مہرو کو بیاہ کر اسی گھر میں لانے والا تھا۔ اس مہرو کو

اس کا پیار تھا۔

جس کے بے تحاشا خواب اس نے دیکھ ڈالے تھے

بھرے جسم اور سانولے رنگ پر تیکھے نقوش رکھنے والی مہرو ج

آنکھوں میں ستعاب کی سی مستی چھلکتی تھی۔ جس کے انگ انگ

شباب بہہ رہا تھا۔

ہاں —— وہی مہرو — جو اس کی سانسوں کے قریب تر آگئی تھی

جاوید اسے بیاہنے جا رہا تھا۔

وہی جاوید —— جس کے پاس کچھ نہیں تھا — گھر نہ کوئی

مستقبل —— اور نہ ہی آگے بڑھنے کے لئے کوئی راستہ۔ سب

عائشہ کر رہی تھی۔

جیسے وہ مہرو کی نہیں —— اپنی شادی کر رہی ہو — خود دلہن

بننے والی ہو۔

اس نے مہرو کو پانچ سو روپیہ دیا تھا کہ جاوید کو دے دے۔

تاکہ وہ اپنی پسند کے کپڑے بنا لے —— کم از کم ایک گرم سوٹ تو

ہونا ہی چاہیئے۔

مہرو نے جاوید کو رقم دے دی تھی۔ اور جاوید نے نہایت خاموشی

سے تین جوڑے اپنے لئے بنا لئے تھے۔

جب دونوں کا آمنا سامنا ہوتا —— تو یوں محسوس ہوتا جیسے دونوں

ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہوں۔

اجنبی اجنبی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے۔ پھر دونوں

کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ابھر کر مٹ جاتی۔ عجیب کش

مکش کا دور تھا۔

مہرو دو دن سے اس کے پاس نہیں آئی تھی، کیونکہ محلے والوں

کو دونوں کی شادی کی اطلاع کر دی گئی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ مہرو نے مناسب یہی سمجھا کہ اب عائشہ کے

ہاں نہ جائے۔ دو دن کا وقت ہی کیا۔

جاوید جو کافی دیر سے عائشہ کی طرف کام کرتے دیکھ رہا تھا خاموشی

کے ساتھ اندر کمرے میں چلا آیا۔

کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے عجیب سی بے چینی محسوس کی تھی۔
بے نام سی چبھن ــــ
انجانا سا درد ــــ
مگر نہیں ــ وہ اس درد کو پہچانتا تھا۔ جو اس کا اپنا خریدا ہوا تھا
مدہوشی میں کچھ کر گزرا تھا۔
عائشہ اپنے آپ کو بے قصور کہتی تھی۔
اس کا کہنا تھا کہ مجھ پر وحشت سوار تھی ــــ اور میں نے ایک ذلیل حرکت کر ڈالی۔
اور وہ اپنی عزت کی خاطر خاموش رہی۔
اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو گنہگار صرف میں ہوں ــ صرف میں۔
وہ سوچتا رہا .....
پھر یہ عورت سزا کیوں پا رہی ہے؟
کس جرم میں؟
کیا گناہ کیا ہے اس نے؟
یہی باتیں ہر وقت سوچ سوچ کر وہ پریشان ہوتا رہتا تھا۔ اور اس وقت بھی وہ یہی کچھ سوچ رہا تھا۔
کہ عائشہ جو گیلی لکڑی کی مانند اندر ہی اندر سلگ رہی ہے۔
اس کا جرم کیا ہے؟
صبح وہ مہر کو بیاہ لائے گا۔ کیا وہ دونوں اس کے سامنے

رہ سکیں گے؟
یا ــ وہ خود برداشت کر لے گی۔
پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے؟
کیونکہ وہ تو قابلِ رحم ہے اور دیکھا جائے تو اس کی چاہت کے انداز اور قربانی پرستش سے کم نہیں۔ وہ صرف اور صرف میری خوشی کے لئے سب کچھ کر رہی ہے۔
اس کا خیال تھا کہ میں اس سے شادی کر لوں گا۔ کتنی بے باکی کے ساتھ اس نے اس بات گفتگو کی تھی۔
اس نے کہا تھا کہ تم نے میرا سب کچھ لوٹ لیا ہے میں نے تمہاری مردانگی اور وحشت کو دیکھا ہے اور تم نے میری بے بسی اور جسم کو ــــ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم دونوں سودا نہ کر لیں ــ باقی جو کچھ میرے پاس رہ گیا ہے وہ بھی تم لے لو ــــ اور کوئی اچھا سا کاروبار کر لو۔
میرے انکار پر وہ کس انداز سے مسکرائی تھی۔ جیسے اسے یقین ہو کہ میں بازی ہار جاؤں گا؟
کس قدر مہربان اور نرم مسکراہٹ تھی۔
اس نے کہا تھا کہ میں ابھی جوان ہوں۔ میرے جسم کا گوشت ڈھلکا نہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو پھر ایکبار اپنی وحشت کو آواز دی لو۔ مجھے کسی زاویے سے بھی کمزور نہیں پاؤ گے۔

"اف"

جاوید نے خیالات کی اس تلخ یلغار سے گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا

صبح ـــ وہ مہرو کو بیاہ کر لانے والا تھا۔

مگر ـــ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس گھر میں رہ سکے۔ اچانک عائشہ کے الفاظ اس کے ذہن میں گونج اٹھے۔

"ہاں ـــ اس میں میرا مفاد بھی شامل ہے۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ـــ میں چاہتی ہوں کہ تم میرے سامنے رہو ـــ اور سامنے تب ہی رہ سکتے ہو اگر تمہاری مہرو سے شادی کر دی جائے"

"تمہیں خوشیاں مبارک ہوں"

جاوید نے کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔

"نہیں ـــ میں یہاں نہیں رہ سکتا"

میں اس کی نظروں کے سامنے اپنے آپ کو خوش نہیں رکھ سکتا۔

وہ مجھے سزا دینا چاہتی ہے۔

میرے سامنے مرنا چاہتی ہے"

اور زندگی بھر کے لئے مجھے ایک اذیت میں مبتلا کر دینا چاہتی ہے۔

ہاں ـــ وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتی ہے۔ ایک ایسا انتقام کہ زندگی بھر سکون نہ پا سکوں۔

ہر وقت اس کی موت کا منظر اپنی آنکھوں میں بسائے رکھوں۔

یقیناً وہ اپنے ساتھ مجھے بھی مارنا چاہتی ہے۔

رات کے گیارہ بج گئے اور وہ ابھی تک کرسی پر بیٹھا عجیب و غریب آگ میں جل رہا تھا۔

اچانک دروازے کے پٹ کھلے اور وہ اندر داخل ہوئی ہونٹوں پر وہی یاس میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ سجائے۔ وہ اس کے قریب چلی آئی۔

"سوئے نہیں"

وہ پیار سے بولی۔

"نیند نہیں آ رہی"

وہ تڑپ کر بولا۔

"اتنے بے صبرے کیوں ہو رہے ہو۔ بس ایک رات اور گزار لو" وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے نہایت اطمینان سے چارپائی پر بیٹھ گئی۔

جاوید نے دیکھا کہ اب اس کے جسم پر وہ کپڑے نہیں تھے جو رات کو کھانا کھاتے وقت اس نے پہن رکھے تھے۔

جاوید اسے دیکھتا رہا۔

اور وہ بھی خاموشی کے ساتھ کسی گہری سوچ میں مبتلا تھی۔ چند لمحے اسی عالم میں گزر گئے۔

پھر عائشہ نے ایک طویل سانس لے کر کمرے کی خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

"جاوید"

"جی" وہ چونکا۔

"میں تھک گئی ہوں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی تھک گئی ہوں۔"

"آپ کچھ دنوں سے کام بھی بہت زیادہ کر رہی ہیں۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"مجھے احساس ہے۔ شاید اسی وجہ سے یہ بوڑھا جسم کچھ زیادہ ہی تھکن محسوس کر رہا ہے۔"

وہ کربناک انداز میں بولی۔

جاوید نے جلدی سے کرسی پر پہلو بدلا۔

"اگر تم مناسب خیال کرو تو تمہارے بستر پر ذرا کمر سیدھی کر لوں۔"

"کر لیجیے۔"

وہ تڑپا۔

"شکریہ جاوید — تم واقعی بہت اچھے ہو۔"

اتنا کہہ کر وہ مسکرائی۔ تشنہ اور ناکام سی مسکراہٹ۔ جس میں شکست خوردگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

وہ لیٹ گئی۔

اس نے لحاف کمر تک اوڑھ لیا — اور جاوید کی طرف کروٹ لے لی۔

"جاوید — کیا تم میری ایک آخری خواہش پوری کرو گے —" وہ کربناک لہجہ میں بولی۔

"فف... فرمائیے۔"

وہ نجانے کیوں خوفزدہ ہو گیا۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تم شاید مزید یہاں رہنا پسند نہ کرو۔ پھر و کے ساتھ شاید تم میرے سامنے نہ رہ سکو۔ ہاں میں نے محسوس کیا ہے اور آج میں نے خود بھی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے بڑے سوچ بچار کے بعد — اس فیصلے پر پہنچی ہوں کہ تم شادی کے بعد یا ایک دو دن بعد میرے دوسرے مکان میں منتقل ہو جاؤ۔ اور اس میں بھی اگر رہنا پسند نہ کرو تو بھی اس وقت تک تو تمہیں ضرور رہنا ہو گا جب تک تم کسی دوسرے مکان کا بندوبست نہ کر لو۔" عائشہ کہتے کہتے ایک لمحہ کو رکی۔

جاوید خاموشی اور توجہ کے ساتھ اس کی بات سن رہا تھا۔

عائشہ نے ایک مرتبہ پھر کہنا شروع کیا۔

"میری بات سمجھ رہے ہونا۔"

"جج... جی ہاں —"

جاوید ہکلایا — اور عائشہ مسکرا دی۔

پھر دوبارہ بولی۔

"ادھر تم ملازمت کے لئے بھی پریشان ہو۔ لہٰذا میں نے تم کو دس ہزار روپیہ دینے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ تم اس سے لے کر اپنا کوئی کاروبار کر سکو ___ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ تم شاید یہاں رہنا پسند نہ کرو ___ لیکن دنیا والوں کی باتوں سے بچنے کے لئے ایک دو دن تو گزار سکتے ہو نا۔"

"آپ نے ٹھیک سوچا ہے۔"

جاوید بے صبری سے بولا۔

"ہوں۔"

عائشہ نے ہنکارا بھرا ___ اور جاوید نے کہا۔

"میرا خود بھی یہاں دم گھٹتا ہے ___ مجھے یہاں سکون نہیں مل سکتا ___"

"تو پھر میرا خیال درست تھا۔"

"بالکل ___ درست ہے۔"

"ہاں تو میں نے اپنی آخری خواہش کا ذکر کیا تھا۔ کیا میں امید کروں کہ پوری کرو گے۔"

وہ پھر مسکرائی۔

"فف.... فرمایئے ___"

جاوید کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ جہاں اسے کانٹے سے چبھ

محسوس ہوئے۔

"اپنی یہ رات مجھے دے دو۔"

عائشہ نے پرامید لہجے میں کہا۔

"جج.... جی ___"

وہ بالکل ہونق ہوگیا ___ اور خوفزدہ نظروں سے عائشہ کی طرف دیکھنے لگا۔

اس وقت اس کی حالت قربانی کے اس بکرے سے مختلف نہیں تھی جس نے قصائی کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تیز دھار چھری دیکھ لی ہو۔

لیکن عائشہ اس کی موجودہ کیفیت سے بے نیاز تھی۔ وہ پرسکون لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"اپنی تمام تر مہربانیوں اور بھاگ دوڑ کے انعام میں آج کی رات۔ جو میری زندگی کی آخری رات ہو۔ میں بہت تھک گئی ہوں جاوید میرا جسم ٹوٹ چکا ہے۔ اور یہ سرد ہوتا جا رہا ہے۔ اسے اگر آج اپنے محبوب کا آخری بار پیار مل جائے تو پھر ایک بار اس سرد جسم میں زندگی کی حرارت پیدا ہو جائے گی۔"

عائشہ خاموش ہوگئی اور جواب طلب نگاہوں سے جاوید کی طرف دیکھنے لگی۔

"لل.... لیکن ___" جاوید ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"کہو — کہو — کیا کہنا چاہتے ہو؟"

عائشہ جلدی سے بولی۔

"تم...... مگر..... یہ ایک.... گگ.... گناہ ہے۔" وہ تمام جملہ مکمل کر سکا۔

وہ مسکرائی اور بولی۔

"صرف تم سمجھتے ہو — لیکن یہ گناہ نہیں ہوگا۔ اپنی بیوی کے ساتھ سونا گناہ نہیں کہلاتا۔"

"بب.... بیوی —"

جاوید حیرت زدہ رہ گیا — اس نے بڑی مشکل سے حلق تھوک اتارا۔

"ہاں بیوی — پہلی بیوی — بوڑھی اور بدنصیب بیوی — کو جلی بیوی۔"

اتنا کہہ کر اس نے اپنے گریبان کے تینوں بٹن کھول دیئے جس سے اس کی چھاتی کا آدھا حصّہ عریاں ہوگیا۔

وہ پھر مسکرائی۔

جاوید ہونقوں کی مانند اسے دیکھ رہا تھا۔

اور عائشہ مزید بولی۔

"میاں بیوی کے رشتے کس بنیاد پر استوار ہوتے ہیں یہ شاید تم نہیں جانتے۔ میں تمہیں بتاتی ہوں — کہ اگر دونوں فریقین باہمی

رضامندی سے ایک دوسرے کو قبول کرلیں تو وہ میاں بیوی کہلاتے ہیں۔ اور یہی ہوتا ہے۔ تم نے ایک لڑکی پسند کی۔ اس لڑکی نے تمہیں پسند کیا — اور پھر تم دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر کے قبول کرلیا — یہی شوہر بیوی کا دوسرا نام ہے۔ میں نے بھی اس بھیانک اور سرد رات میں تمہیں قبول کرلیا تھا اور میں اس رات سے تمہاری بیوی ہوں — لیکن اب یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ بعد میں تم نے مجھے قبول نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں پھر تمہارے بستر پر نہیں — لیکن — میں چاہتی ہوں کہ آج رات میرا حق مجھے دے دو — کیونکہ پھر ہم دونوں نے الگ ہو جانا ہے۔ معلوم نہیں زندگی نے وفا کی یا نہیں — پھر کیوں اپنی حسرتوں اور ارمانوں کا خون کیا جائے۔ اور اب بھی اگر بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تو پھر تم اسے گناہ ہی سمجھ لو — چلو ایک گناہ اور سہی۔ تم میرے احسانوں کا بدلہ یوں چکا دو کہ میری آخری خواہش پوری کردو۔"

جاوید کا حلق خشک ہوگیا۔

ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ زبردستی مسکرایا۔

پھر بولا —

"تو ہم میاں بیوی ہیں؟"

"ہاں —" وہ بڑے کربناک انداز میں بولی — "میں تمہاری پہلی بیوی ہوں۔"

"ہم —"

جاوید نے ایک طویل سانس لی — اور اس کے چہرے
دیکھنے لگا۔

پھر اس کی نظریں پھسل کر اس کے سینے پر آ کر رک گئیں جو
کے دونوں ابھاروں کا کافی حصہ عریاں تھا، کیونکہ اس نے گریبان
کھول رکھے تھے۔

اس کے بھرے بھرے ان اٹھانوں میں نجانے کتنے طو
پوشیدہ تھے۔

جاوید کو اس پر بے تحاشا رحم آ گیا۔

اس مجبور اور بے بس عورت کے لئے اس کے دل میں ہ
ہمدردی کا ایک دریا ابل پڑا۔

"ہاں — وہ واقعی قابل رحم تھی۔

وہ اسے دیکھے جا رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں تڑپتی اور مچلتی ہوئی ناکام آرزوؤں کے
پڑھ رہا تھا۔

بے نام — بے حروف کتبے — جن پر مایوسیوں کی دھ
ہوئی تھی۔

اچانک وہ بولا۔

اور اس کے بھرے بھرے سینے سے نظروں کو ہٹا کر ا

ے پرے آیا۔

ہیں نے بھی ایک فیصلہ کر لیا ہے۔"

کیا؟"

اس کی سرگوشی بڑی مدھم تھی۔

تمہیں اپنانے کا۔"

جاوید نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

مگر .... کیا؟"

وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

ہاں — اپنی پہلی بیوی بنانے کا۔"

صرف آج کی رات کے لئے نا — ؟" اس نے غیر یقینی لہجے
کہا۔

نہیں — ہمیشہ کے لئے۔"

وہ ایک عزم سے بولا۔

نہیں — یہ نہیں ہو سکتا — مم .... میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ یہ
نہیں ہو سکتا۔"

عائشہ بوکھلا سی گئی۔

کیوں نہیں ہو سکتا — تمہاری خواہش بھی تو یہی ہے نا"
نے کہا۔

نہیں — میری خواہش یہ نہیں ہے — میں سوکن بن کر زندہ

نہیں رہ سکوں گی۔ پھر دنیا والے مجھے کیا کہیں گے کہ مہرو کی ش
کھلنے میں میری اپنی مرضی اور غرض شامل تھی ـــ ہاں الب
تم پہلے مہرو کی شادی سے پہلے ہی مجھ سے شادی کر لیتے تو
اور تھی۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

عائشہ نے ایک آہ بھری۔

"میں مہرو سے شادی نہیں کروں گا۔"

جاوید نے کہا۔

"بکواس بند کرو چاند ـــ اس انداز سے مت سوچو ـــ
اتنی خود غرض نہیں کہ اپنی خواہشات کی چتا پر تم دونوں کی ز
برباد کر دوں ـــ ہاں میرے بھی کچھ تقاضے ہیں ـــ میر
ہونٹ پیاسے تھے ـــ میری روح بھی ایک مدت سے
تھی ـــ لیکن....."

وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

اس کے ہونٹ نیم وا ہوئے ـــ جیسے زیر لب مسکرائی
پھر مزید بولی۔

"بس ایک ہی رات کافی ہے ـــ دل سے قبول کر لو
لوں گی کہ نامراد نہیں مری ـــ اپنی منزل پا گئی۔"

جاوید اس کی بے بسی پر تڑپ کر رہ گیا۔

عائشہ پھر بولی۔

"دیکھو جاوید۔ میں تمہارے راستے کی دیوار نہیں بننا چاہتی۔ اگر یہ
رات اپنی تمام تر وحشتوں کے ساتھ مجھے دے دو، تو میں سمجھ لوں
گی کہ مراد پا گئی۔"

"لیکن ـــ میں چاہتا ہوں کہ اب تم ہمیشہ میرے پاس ہی رہو۔"
جاوید تڑپ کر بولا۔

"یہ تمہارا ایک جذباتی فیصلہ ہے ـــ جس میں دور اندیشی نہیں
ہے۔" وہ خود بھی تڑپی۔

جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اس نے ذہنی کرب اور شدید دھماکوں کے درمیان بڑی بے بسی
کے ساتھ اپنے ہونٹ چبا ڈالے۔

عائشہ بڑی خوابناک نظروں سے جاوید کی طرف دیکھ رہی تھی۔
لیکن ـــ

اس خوابناک کیفیت میں کرب کے رنگ عجیب امتزاج پیدا
کر رہے تھے۔

جاوید کو کمرے کی فضا گرد آلود ہوتی ہوئی محسوس ہونے
لگی تھی۔

نجانے یہ حقیقت تھی یا اس کا وہم تھا۔

اس نے دروازے کے بھڑے ہوئے کواڑوں کی طرف
دیکھا ـــ

پھر اپنے اندر اس نے سرد سی لہر دوڑتی ہوئی مح
کی تھی ——

رات بھیگ رہی تھی۔

کمرے کے ماحول پر چھایا ہوا سناٹا —— اسے بڑا غیر فطر
لگ رہا تھا۔

اس نے نیم وا نظروں سے بستر پر دراز عائشہ کی طرف دیکھا جو
آنکھیں بند کئے گہری گہری سانسیں لے رہی تھی

نجانے وہ بدنصیب عورت اس وقت کن طوفانوں سے
رہی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا —— کہ اگر یہ ایک گناہ ہے تو گناہ ہی س
کیونکہ یہ عورت اب اس کی نظروں میں رحم کے قابل تھی جو آتش
میں جل گئی تھی۔

اور جلتے ہوئے دل کے ساتھ اس نے اس کے لئے
قربانیاں دی تھیں۔

پھر ——

وہ اسے کیوں پیاسا رکھے ؟

ہاں اسے کیوں نامراد رہنے دے —؟

کیوں نہ اس کی خواہش پوری کر دے ؟

بالکل اسی طرح جس طرح وہ چاہتی ہے کہ وہ اپنی تمام تر وحشتوں کے ساتھ —— اپنے تمام جنون کے ساتھ اس کے ہمراہ بستر پر تمام رات گزار دے۔

ہاں —— یہی اس کا بدل ہو سکتا ہے۔ وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے اسے دیکھتا رہا۔

بالآخر وہ اٹھا۔

دل و ذہن میں عجیب سی کشمکش لیے چارپائی کے قریب تر ہو گیا۔

مگر —— اسے کس قدر عجیب لگ رہا تھا۔

عائشہ کا چہرہ جذبات کی شدت سے تپ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ شاید اس کے لئے گزرنے والا وقت بڑا اذیت ناک ہوتا جا رہا تھا —— وہ آس و امید کی موہوم سی لہروں کے درمیان غوطے کھا رہی تھی۔

جاوید اس پر جھک گیا۔

اس کے لرزتے ہوئے خشک ہونٹ بوڑھے ہونٹوں کی طرف بڑھے۔

پھر دوسرے ہی لمحے یوں پیوست ہو گئے جیسے ازل سے پیاسے ہوں۔

وہ تڑپی تھی۔

اس کے بازوؤں نے پھیل کر جاوید کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

پیاسی روح یوں تڑپ رہی تھی جیسے کوئی شکستہ کشتی ہو۔ جس میں بیچ سمندر شگاف پڑ گیا ہو۔ اور ڈوبنے سے بچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہو۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ آتش عشق جوان ہے... یہ کوئی ایسی آگ نہیں تھی جسے کریدنے پر اسے کوئی چنگاری تلاش کرنا پڑتی۔ وہ سر سے پاؤں تک شعلہ تھی۔ پھر کیوں اس قدر خود کو سرد کر لینا چاہتی تھی۔ صرف اسی لئے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا تھا۔

وہ سوچتا رہا..... اور رات کی سیاہی سمٹتی رہی!

اُس نے آخری سگریٹ سلگا کر پیکٹ اس کی طرف پھینک دیا ایک گہرا کش لے کر اس نے عائشہ کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی خمار آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جاوید شرمندہ شرمندہ سی سکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر نظریں چرا گیا۔

"ابھی صبح نہیں ہوئی ہے۔ کہو تو چائے بنا کر لے آؤں" عائشہ ی سرگوشی میں اب بھی تڑپ موجود تھی۔

"نہیں چائے کی ابھی ضرورت نہیں ہے ———" وہ کھسیانا سا ہو کر بولا۔

پھر اس نے سگریٹ کے ایک گہرے کش کے بعد دھوئیں کو مرغولے کی صورت میں فضا میں چھوڑ دیا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہ عورت تو واقعی بہت پیاسی تھی جواب

بھی اس کی طرف پر اُمید نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔

دونوں اپنی اپنی جگہ خاموش تھے۔

عائشہ بڑے پیار سے اسے دیکھ رہی تھی اور وہ اس سے نظریں ملاتے ہوئے نجانے کیوں کترا رہا تھا۔

اچانک وہ بولی۔

"جاوید"

"ہوں" وہ چونکا۔

"کچھ نہیں"

"کچھ تو ہے"

وہ معنی خیز انداز میں مسکرائی۔

"صرف سگریٹ پینا چاہتا ہوں ———" جاوید نے کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

وہ مسکرا دی۔

دوسرے ہی لمحے اس نے بستر چھوڑ دیا۔

"شاید صبح ہونے والی ہے"

"ہاں ——— چار بج رہے ہیں"

"پانی گرم کر دوں"

"نہیں ——— ابھی نہیں"

جاوید نے آہستہ سے کہا۔

پھر مزید بولا۔

"تم لیٹ جاؤ۔"

"نہیں ــــ اب بس ــــ تم بہت تھک گئے ہو گے ــــ آرام کر لو کچھ دیر۔"

جاوید نے اس بار اسے گھور کر دیکھا۔

پھر جلدی سے نظریں چرا لیں۔

وہ کپڑے پہن کر باہر نکل گئی۔

باورچی خانے میں برتن کھنکنے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔

شاید وہ چائے تیار کر رہی تھی۔

وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھا سگریٹ سلگاتا رہا ــــ حتیٰ کہ وہ سلگ سلگ کر ختم ہو گیا ــــ اور اس نے فرش پر ڈال کر اسے مسل دیا۔

عائشہ جلد ہی آ گئی تھی۔

"دودھ بلی گرا گئی ہے۔ قہوہ تیار کر کے لے آئی ہوں پیو گے۔"

اس نے بڑی چاہت سے پوچھا۔

"تمہاری محنت ضائع ہونے نہیں دوں گا ــــ" جاوید نے مسکرانے کی کوشش کی ــــ اور قہوے کی پیالی عائشہ کے ہاتھ

سے لے لی۔

قہوے نے واقعی اسے بڑی تقویت بخشی تھی۔ دونوں بڑی اپنائیت اور چاہت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکی ہلکی چسکیاں لیتے رہے۔

جاوید نے پیالی خالی کر کے ایک طرف رکھ دی اور بستر میں جا کر لیٹ گیا۔

کچھ دیر بعد عائشہ بھی اٹھی اور بڑے اطمینان سے اس کے سینے پر لیٹ گئی۔

دونوں خاموش تھے۔

صبح ہونے والی تھی۔

رات بھر کی انتھک جدوجہد نے دونوں کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں ڈالا تھا۔

"جاوید"

وہ سرگوشیانہ لہجے میں بولی۔

"ہوں"

"ناراض تو نہیں ہو؟"

"کس بات پر؟"

"میری خواہش کی تکمیل پر۔"

"کیا ابھی خواہش باقی ہے۔" جاوید اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر

آہستہ سے بولا۔

"نہیں" وہ مسکرادی۔

"شکریہ" وہ بھی مسکرادیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ عورت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ ہمیشہ اس کے پاس رہے تو کیا نقصان ہے۔ یہ اس قدر بوڑھی تو نہیں جسقدر وہ سمجھتا تھا۔

اس نے ٹھیک ہی تو کہا تھا کہ مجھے تم کسی زاویے سے بھی کمزور نہیں پاؤ گے۔

اور وہ واقعی کمزور نہیں تھی۔

جاوید مطمئن تھا۔

دونوں کے درمیان رات کی سردی اور گرم بستر نے تمام حجاب ختم کر دیا تھا۔

"کیا تم سونا چاہتی ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں ــــ یہ چند لمحات جو میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ میں سو کر ضائع نہیں کرنا چاہتی۔"

"لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم صبح شادی کرلیں" جاوید نے ٹھوس لہجہ میں کہا۔

"کیا تم سنجیدہ ہو؟"

عائشہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

"ہاں ــــ سنگین حد تک"

"کاش یہ فیصلہ تم کچھ عرصہ پہلے کر لیتے" عائشہ نے ایک سرد آہ بھری۔

"اب کیا ہوا ــــ؟"

"اب میں ایسا نہیں کرسکتی"

وہ خاموش ہوگیا۔

لیکن وہ دیکھ رہا تھا کہ آتش عشق جوان ہے۔ یہ کوئی ایسی آگ نہیں تھی جسے کریدنے پر اسے کوئی چنگاری تلاش کرنا پڑتی وہ سر سے پاؤں تک شعلہ تھی۔

پھر کیوں اس قدر خود کو سرد کر لینا چاہتی تھی۔ صرف اس لئے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا تھا۔

وہ سوچتا رہا۔ اور رات کی سیاہی سمٹتی رہی۔

وہ سمٹی۔ تڑپی۔
اور پھر کاغذی پھولوں کی طرح بستر پر پتی پتی ہو کر بکھر گئی۔
دونوں کی محبت بڑی پرجوش تھی۔

صبح ہوئی ___ اور چند محلے کے بزرگوں کے درمیان وہ بڑے سادہ طور و طریقے پر مہرو کو بیاہ کر لے آیا۔ عائشہ نے وہی کچھ کیا تھا جو اس نے کہا تھا۔

دس ہزار روپیہ ___ جو نہایت خلوص سے عائشہ نے مہرو کو یہ کہہ کر دے دیا کہ یہ روپیہ تمہارے مستقبل کا ضامن ہے۔ جاوید اس سے کوئی اچھا سا بزنس کر لے گا۔ اور مہرو نے وہ روپیہ جاوید کے حوالے کر دیا۔

عائشہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی، وہ کسی ضرورت کے تحت بھی باہر نہیں آ رہی تھی۔

مہرو کو محلے کی شریر اور کنواریوں نے گھیر رکھا تھا اور اس سے اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔

جاوید اس خاموش اور سرد ماحول سے تنگ آکر کہیں آوا
کرنے چلا گیا تھا۔

رات گیارہ بجے اس کی واپسی ہوئی تھی۔

جیسے ہی مہرو کے کمرے میں وہ پہنچا ۔۔۔ وہ شرم وحیا
زیور پہنے اپنی جگہ سمٹ کر رہ گئی۔ کیونکہ وہ کافی دیر سے اس
کر رہی تھی۔

جاوید اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

ایک عجیب سی مسکراہٹ۔

چند لمحے وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنا کوٹ اتار کر اس نے
پر پھینک دیا۔

اچانک برآمدے میں عائشہ کے کھانسنے کی آواز پر وہ چو
عائشہ دروازے کے پاس رک گئی تھی۔

"جاوید کھانا لا دوں ۔۔۔" اس نے باہر ہی سے آواز د
معلوم کیا۔

جاوید کے دل میں درد کی ایک لہر سی اٹھی۔

چند لمحے تک وہ دروازے کے پٹوں کو گھورتا رہا۔ پھر بہت
نرمی سے بولا۔

"نہیں ۔۔۔ باہر سے کھا کر آیا ہوں"
"کسی چیز کی کمی تو نہیں"

"نہیں ۔۔۔ آپ آرام کریں"

وہ ہونٹ بھینچ کر بولا۔ پھر اس نے دور ہوتے ہوئے قدموں
آواز سنی تھی۔

جاوید نے دروازہ بند کر دیا۔

مہرو نے گھونگھٹ کی اوٹ سے جاوید کی طرف دیکھا وہ دل کی تمامتر
وں کے ساتھ مسکرا دی۔

جاوید عائشہ کی طرف سے پُر تفکر انداز میں ذہن میں خیالات کی یلغار
چارپائی پر آ بیٹھا۔

مہرو اپنی جگہ مزید سمٹ گئی

"مہرو ۔۔۔" وہ جب بولا تو اس کی آواز جذبات سے یکسر
ئی تھی۔

"ہوں"

"میں چاہتا ہوں کہ ہم یہاں سے کہیں دور چلے جائیں"

"لیکن ... کیوں ۔۔۔"

مہرو کے لہجے میں حیرت تھی

"یہ گھونگھٹ اتار دو ۔۔۔ ہم دونوں میں اب کوئی حجاب حائل
نہیں ہے"

"آپ اٹھا دیجیے ۔۔۔"

"تم کہو ۔۔۔ یہ آپ کی دیوار مت حائل کرو" جاوید نے مسکرا کر کہا۔

وہ ہنسی ___ اور ساتھ ہی چوڑیوں کی کھنک سے کمرے
فضا ترنم ریز ہو گئی۔

جاوید نے اس کا گھونگھٹ اٹھا دیا۔

اور مہرو آنکھیں بند کئے کئے اپنے محبوب کے سینے سے

"میں نے کہا تھا کہ دو تین دن کے اندر اندر اپنے لئے کوئی
گھر تلاش کر لیں گے۔"

"یہاں کیا ہے؟"

مہرو کی سرگوشی ابھری۔

"میں تمہیں ساتھ لے کر یہاں نہیں رہنا چاہتا۔"

"کیوں؟"

مہرو نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اس کیوں کا جواب تو میرے پاس نہیں ہے ___ ال
کہہ سکتا ہوں ___ یہاں رہ کر ہم دونوں سچی خوشی حاصل
سکیں گے۔"

مہرو نے چونک کر نیم وا اور خمار آلود نظروں سے محبوب ک
حیرت سے دیکھا۔

جاوید نے زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ کو لبسایا اور بولا۔ "ت
حسین لگ رہی ہو۔"

وہ شرما گئی۔

اس کے چہرے پر قوس و قزح کے رنگ سے بکھر گئے تھے۔
جاوید نے ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ وہ آنکھیں بند کئے
گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔

"ہاں واقعی تم بہت حسین لگ رہی ہو۔ اپنے ان شربتی کٹوروں
کو کھول دو۔ تاکہ میں ان میں ڈوب سکوں۔"

"مم... میں پانچ جماعت پڑھی ہوئی ہوں ___" ہونٹوں پر جمی
ہوئی افشاں لرزی۔

"کیا مطلب؟"

جاوید اس کے عجیب و غریب لہجے پر چونک کر اسے دیکھنے
لگا۔

"مجھے بھی کئی شعر یاد ہیں۔"

وہ شرما کر بولی۔

"اوہ ___" جاوید مسکرا پڑا اور بولا

"چلو اچھا سا شعر سنا دو۔"

"تم سناؤ۔"

"سمجھ جاؤ گی کیا؟"

"نری جاہل نہیں ہوں۔"

جاوید کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی ہنسی کو یوں بریک لگایا

جیسے اونچی آواز میں ہنس کر اس سے کوئی بہت بڑا جرم سر
ہو گیا ہو۔

"کیوں ہنسے ؟"

ہیرو نے مستی سے بھرے ہوئے پیمانوں کو نیم وا کرتے ہوئے
جاوید سے پوچھا۔

"اپنی بے وقوفی پر ۔"

وہ بھی ہنس پڑی۔

بڑی نقرئی آواز تھی۔ اور ہلکی سی ہنسی میں چوڑیوں کی کھنک نے
جاوید کو مضطرب کر دیا۔

وہ اس پر جھکا۔

لیکن سانسوں کا لمس محسوس کرتے ہوئے ہیرو مچل گئی اور اپنے
چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھپا کر بولی۔

"خطرناک باتیں مت کرو۔"

"یہ کمرہ ہی ایسا ہے۔ یہاں ہر بات خطرناک ہوتی ہے۔" وہ معنی خیز
انداز میں بولا۔

"کیسی بات ___ ؟"

"نہیں بتاؤں گا۔"

وہ مسکرایا۔

"مت بتایئے۔" وہ بھی ہنس پڑی۔ اور جاوید نے کہا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ دونوں کے لئے یہ مکان بہت چھوٹا ہے۔"

"لیکن اب خالہ کو تنہا چھوڑنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
ہیرو بولی۔

"کیوں اب کیا ہوا ؟"

"اس غریب نے ہمارے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا اپنے بھی ایسا
سلوک نہیں کرتے۔ لیکن مجھے نجانے کیوں حیرت ہوتی ہے۔" ہیرو
نے کہا۔

"کس بات پر حیرت ہوتی ہے تمہیں ؟"

"جو اس نے ہم دونوں کے ساتھ سلوک کیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے
کہ تمہارے ساتھ ۔"

"میرے ساتھ کیوں ؟"

جاوید نے پوچھا۔

"ظاہری بات ہے کہ تم نے اس پر کچھ جادو کر دیا ہے وہ دس
پیسے بھی کسی کو نہ دے۔ محلے میں آج تک اس نے کسی کو دس روپے
قرضہ تک نہیں دیا۔"

ہیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر تو واقعی حیرت ناک بات ہے۔"

"بتاؤ تم نے کیا جادو کر دیا ہے۔"

ہیرو نے پوچھا۔

"ہاں جادو ۔۔۔ جس طرح تمہیں کر دیا تھا۔ اس لئے تو آج میرے پہلو میں موجود ہو۔"

مہرو نے شرما کر سر جھکا لیا۔

اور جاوید نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"آج ہماری سہاگ رات ہے۔"

"یہ کیا ہوتی ہے؟"

مہرو نے شوخی سے پوچھا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا تمہیں۔"

"کوئی بے شرمی کی بات مت کرنا۔"

"بے شرمی والی بات بتا دو۔ تاکہ میں اس کا خاص طور سے خیال رکھوں۔" جاوید بولا۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

اس نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"پانچ جماعت پڑھی ہوئی ہو۔"

"پھر"

"جاہل نہیں ہو۔"

جاوید نے مسکرا کر کہا۔

جواباً مہرو نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔

پھر آہستہ سے بولی۔

"پیالہ دودھ رکھ گئی ہے تمہارے لئے۔"

"اس وقت اس کا ذکر مت کرو۔"

جاوید نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں؟"

"بس یونہی۔"

"وہ ہماری محسن ہے۔"

مہرو نے شوخ انداز میں احتجاج کیا۔

جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا۔

چند لمحے وہ خاموشی کے ساتھ اس کے سراپے کا جائزہ لیتا رہا۔

پھر وہ اس کے اور قریب ہو گیا۔

اور اس سے پہلے کہ مہرو کچھ سمجھ پاتی جاوید نے اسے بازوؤں میں گود میں بھر لیا۔

"...ل جاہ"

وہ کسمسائی۔

"کیا حالت ہے؟"

جاوید کی آواز لرز رہی تھی۔

"بہت بدتمیز ہو۔"

"تم سے کم۔"

"عالی جاہ"

"ہونہہ ـــ گھبراؤ مت ـــ عنقریب ہم دونوں نہایت
کا عملی ثبوت دیں گے۔" جاوید نے شرارت آمیز لہجے میں کہا
چوم لیا۔

مہرو نے سہم کر اس کی طرف دیکھا اور جاوید اس پر چھاتا
وہ سمٹی۔ تڑپی۔

اور پھر کاغذی پھول کی طرح بستر پر پتی پتی ہو کر
گئی۔

دونوں کی محبت بڑی پرجوش تھی۔

صبح چار بجے جاوید کی آنکھ کھل گئی۔ جوانی بے خبر سو رہی
۔ لیکن ـــ جاوید صرف اور صرف عائشہ کے بارے میں سوچ
تھا۔

عائشہ کسی بد روح کی مانند اس کے حواس پر مسلط ہو کر رہ
تھی۔ کسی لمحے بھی جاوید اس کا خیال ذہن سے نکالنے میں کامیاب
ہیں ہو سکا تھا۔

وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے ذہن کو
کا دیا اور مہرو کی طرف دیکھنے لگا۔ جو اس کے پہلو میں بے خبر
ابوں کی وادیوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

جاوید پیار سے اسے دیکھتا رہا۔

لیکن اس طرح اگر اس کا یہ خیال تھا کہ وہ عائشہ کو ذہن سے

نکال پھینکنے میں کامیاب ہو جائے گا تو اس میں اسے ناکام
ہوئی تھی۔

وہ اس کے تصور کو ایک لمحے کے لئے بھی اپنے ذہن سے
میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

وہ سوچتا رہا۔ اور الجھتا رہا۔

اور پھر کچھ دیر بعد وہ بھی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

عائشہ نے دونوں کو صبح کا ناشتہ بہت زوردار دیا تھا
پھر ـــ دو تین دن تک وہ کیف و سرور کی حالت
ڈوبے رہے۔

ہیرو باپ کے ہاں گئی اور ایک رات گزار کر واپس آ گئی۔ دن
اپنے مخصوص انداز میں گزر رہے تھے۔

عائشہ دونوں کی ہر ممکن خدمت کر رہی تھی۔

لیکن اب اس کے انداز میں وہ جوش نہیں رہا تھا
پژمردہ ہو گئی تھی۔

خاموش خاموش رہنے والی چلتی پھرتی ایک لاش بنتی جا
تھی۔ جاوید ـــ دس ہزار روپیہ لئے کسی مناسب کاروبار
لئے تگ و دو میں لگا ہوا تھا۔

اس نے عائشہ کی طرف زیادہ توجہ بھی دینا اب ختم کر دیا
زندگی نے اب ایک نئی کروٹ لی تھی۔

رات دونوں کے لئے خوشیاں لے کر آتی۔

تھکا ہارا جاوید ہیرو کی محبت بھری آغوش پا کر سب کچھ
بھول جاتا۔

وہ بڑی پر جوش لڑکی تھی۔

جاوید کو وہ ہر طریقے سے مطمئن رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔

جاوید بھی اسے پا کر خوش تھا۔

ہیرو کے باپ کو کھانسی اور بخار نے آ گھیرا تھا۔ ہیرو جاوید سے
یہ کہہ کر گھر چلی گئی کہ شام کو لوٹ آئے گی۔ سارا دن وہ باپ کی خدمت
کرتی رہی اور شام کو جب جاوید آیا تو وہ واپس لوٹ آئی۔ اس
روز گھر سے لوٹ کر آئی اور جاوید کو کھانا کھلایا اور اسے ساتھ لے
کر اپنے گھر چلی گئی۔

جاوید نے باپو کی مزاج پرسی کی ـــ اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس
چلا آیا۔

ہیرو وہیں رک گئی تھی۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی جاوید ٹھٹھک کر دروازے
پر ہی رک گیا۔

عائشہ آج پھر بنی سنوری اس کمرے میں پہلے سے ہی
موجود تھی۔

جاوید کو دیکھ کر وہ ہلکے سے مسکرا دی۔

مہرو سے شادی کے بعد آج اس نے عائشہ کو پہلی بار مسکرا[تے] دیکھا تھا۔

جاوید کے ذہن میں صرف ایک ہی خیال آیا کہ آج رات چھپ کر اس سے کھیلنے چلی آئی ہے۔ شاید آج پھر اس کی پیاس بھڑک اٹھی ہے۔

"تم غلط سمجھے ہو ــــ یوں مت دیکھو ــــ میں اپنی کوئی غرض لے کر نہیں آئی ہوں۔"

عائشہ نے پھیکی سی مسکراہٹ کے درمیان کہا۔

"پھر؟"

"میں صرف یہ کہنے آئی ہوں کہ تم لوگوں کے درمیان بن نہیں سکتی ــــ یا میں چلی جاتی ہوں یا پھر تم دونوں اپنا علیحدہ کوئی بندوبست کر لو۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا ــــ" جاوید نے ذرا [illegible] ہو کر کہا۔

پھر لہجے کی سختی کے خیال سے شرمسار سا ہو گیا ــــ جلدی سے آگے بڑھا اور دل پر جبر کرتے ہوئے اس نے عائشہ کو بازوؤں میں لے لیا۔

اور عائشہ ایک دم سسک پڑی۔

"مجھ سے شادی کر لو جاوید۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی

ہوں"

جاوید نے ایک طویل سانس لی۔ پھر بولا ــــ "میں نے تو پہلے ہی تمہیں کہا تھا۔"

"میں اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی تھی۔ مگر یہ گزرنے والی راتیں میرے لیے کسی قیامت سے کم نہیں تھیں۔" عائشہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"ٹھیک ہے ــــ لیکن ــــ"

"لیکن کیا؟"

"میں تم سے شادی کر لیتا ہوں ــــ لیکن مہرو کو معلوم نہیں ہونا چاہیئے۔"

"نہیں معلوم ہوگا۔ کبھی نہیں معلوم ہوگا۔" عائشہ کی آنکھوں میں چمک لہرا گئی۔

اور جاوید نے اسے سینے سے لگا کر بھینچ لیا۔

پھر دونوں نے بڑی جلدی اور رازداری سے تمام منزلیں طے کر لیں۔

محلے کے مولوی کو اعتماد میں لے کر اور دو سو روپے دے کر اس کا منہ بند کر دیا گیا۔

اور اس طرح ان دونوں نے میاں بیوی کی حیثیت اختیار کر لی۔

جاوید نے صرف اس نظریئے سے اس سے شادی کی تھی کہ کم از کم

زندگی تو سکون سے گزرے گی ـــــ یہ کرب اور تڑپ کی حالت تو ختم ہو جائے گی ـــــ ضمیر پر پڑا ہوا بوجھ تو ختم ہو جائے گا۔

اور پھر ـــــ عائشہ نے جو سلوک اس سے کیا تھا اس کا بدل تو کچھ دینا ہی تھا۔

لیکن یہ خوشی عارضی ثابت ہوئی۔

دونوں کا سکون پانی کے بلبلے کی مانند پھوٹ گیا۔

دونوں ایک ہی بستر پر لیٹے بے خبر سو رہے تھے کہ مہرو رات کے پچھلے پہر واپس لوٹ آئی۔

شاید جاوید کی والہانہ محبت ہی اسے کھینچ کر لے آئی تھی۔

وہ تنہا رات گزارنے پر تیار نہیں ہوئی تھی۔ لیکن یہاں ایک قیامت اس کی منتظر تھی۔

جیسے ہی اس نے جاوید کے کمرے کے دروازے پر دستک دینا چاہی ـــــ بھڑے ہوئے کواڑ ہاتھ کے دباؤ سے خود بخود کھل گئے۔ وہ اندر داخل ہوئی۔

پھر جو کچھ اسے نظر آیا اس کی توقع شاید اس کے فرشتوں کو بھی نہیں تھی۔

وہ یوں ساکت ہو گئی جیسے کسی پتھر کے مجسمے میں ڈھال دیا گیا ہو۔ وہ آنکھیں پھاڑے حیرت سے عائشہ اور جاوید کو ایک ہی بستر پر بے خبر سوتے دیکھ رہی تھی۔

اور وہ جس حالت میں بھی تھے ـــــ مہرو کے لئے برداشت سے باہر تھا۔

پہلے تو وہ سکتے کی حالت میں انہیں دیکھتی رہی۔

پھر ایک دم سنبھل گئی۔

"ہونہہ"

اس نے نفرت سے ہونٹ سکیڑے۔

"تو یہ تھیں تمہاری مہربانیاں ـــــ میں بھی کہوں ـــــ یہ اس قدر مہربان اور خدا ترس کیسے بن گئی"

مہرو نفرت سے سوچ رہی تھی۔

اس کا دل چاہا کہ چیخ چیخ کر پورا محلہ اکٹھا کر لے ـــــ لیکن وہ کسی خیال کے تحت ایسا نہ کر سکی۔ اور صرف پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔

چند لمحے وہ خاموشی کے ساتھ کھڑی کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔

شاید وہ کسی فیصلے پر پہنچ گئی تھی۔

پھر اگلے ہی لمحے وہ نہایت خاموشی کے ساتھ واپس اپنے گھر وہ لوٹ گئی تھی۔

سینے میں ایک آگ لئے۔

وہ ایک عورت تھی۔

ایک ایسی عورت جو اپنے شوہر کی آغوش میں کسی دوسری عورت

کو کسی بھی حالت میں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

وہ واپس گھر جا کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ مگر اسے کسی کروٹ چین نہیں تھا۔

تمام رات اس نے تڑپتے ہوئے گزار دی۔

پھر جیسے ہی آذان ہوئی کسی خیال کے تحت بستر چھوڑ کر وہ اٹھ گئی۔

اگلے ہی لمحے وہ خوفناک تیور لئے گھر سے باہر نکل گئی۔

اب وہ بڑی تیزی کے ساتھ پھر عائشہ کے گھر کی طرف بڑھ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ باورچی خانے میں چولہا جلائے چائے کا پانی رکھ چکی تھی۔

اس کے تیور بڑے خطرناک تھے۔

صبح کی سفیدی رات کی سیاہی کو اپنے حصار میں لے کر اپنا حجم بڑھا رہی تھی۔

وہ چائے تیار کر کے بالکل اسی طرح جیسے عائشہ ان دونوں کا خیال رکھتی تھی۔ اور ناشتہ تیار کر کے لایا کرتی تھی وہ خود بھی اسی انداز میں تیار ہو چکی تھی۔

اس نے دروازہ کھول کر دیکھا ـــــ دونوں ابھی تک بے خبر سو رہے تھے۔

وہ آہستگی سے اندر داخل ہوئی۔

چائے کے برتن اس نے قریب پڑی ہوئی چھوٹی سی میز پر رکھ دیئے۔

کچھ دیر تک وہ کھڑی نفرت سے سلگتی ہوئی نظروں سے دونوں کو دیکھتی رہی۔

پھر وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

چند لمحے وہ ہونٹ بھینچے دیکھتی رہی۔

اور پھر ـــــ اچانک ہی اس نے ان دونوں پر سے لحاف کھینچ لیا۔

دونوں ایک ساتھ بیدار ہوئے تھے۔

اور پھر ـــــ جیسے ہی دونوں کی نظر پھرو پر پڑی۔ یوں اچھل کر بستر پر بیٹھے جیسے انہوں نے قبل از وقت قیامت کی صورت دیکھ لی ہو۔

"آپ دونوں کے لئے چائے لائی ہوں۔" وہ نہایت سنگین تیوروں کے دوران بولی۔

عائشہ کا پورا وجود لرز رہا تھا۔

اور جاوید اس کے یوں آجانے سے پہلے تو نروس ہو گیا تھا لیکن جب اس نے اپنے آپ کو کافی حد تک سنبھال لیا تو پھرو کو خواہ مخواہ گھورنا شروع کر دیا۔

"چائے پی لو بوڑھی چڑیا۔ تمہارا حلق کڑوا ہو چکا ہوگا۔" مہرو نے عائشہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو۔"

جاوید تلملا گیا۔

"میں نے بڑی محنت سے چائے تیار کی ہے ——" مہرو جھلا کر بولی۔

عائشہ کا رنگ ہلدی کی مانند زرد پڑ چکا تھا۔ اور اس غیر متوقع حادثہ کی وجہ سے اس کا پورا وجود بری طرح لرز رہا تھا۔

وہ نہایت خاموشی کے ساتھ بستر سے نکلی۔ اور پھر کمرے سے نکل گئی۔

"بوڑھی طوطی۔"

مہرو کی نفرت سے سلگتی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ مگر وہ رکی نہیں تھی۔ لڑکھڑاتے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔

"چلو تم ہی چائے پی لو۔" مہرو نے زہریلے لہجہ میں کہا۔ "میری محنت کا کچھ تو بدل مل جائے۔"

جاوید کے چہرے پر ندامت اور غصّے کے ملے جلے تاثرات موجود تھے۔

وہ آہستہ سے ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

"مہرو —— جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے بھول جاؤ۔"

"بھول گئی ہوں۔" وہ سلگ کر بولی۔

اب اس کی کٹورا ایسی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔

"بے وقوف مت بنو۔ بس بھول جاؤ۔" جاوید نے اسے اپنی آغوش میں کھینچتے ہوئے کہا۔

"عالی جاہ۔"

مہرو اس کے سینے پر سر رکھ کر سسک پڑی۔ "کیا تم نے میری محبّت میں کسی قسم کی کمی پائی تھی۔"

"نہیں مہرو۔ یہ بات نہیں ہے۔ تم تو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔"

جاوید نے اسے آغوش میں کھینچتے ہوئے کہا۔

"پھر یہ سب کیا تھا۔"

وہ تڑپ کر بولی۔

"میں تم سے شرمندہ ہوں۔ معاف کر دو۔" جاوید نے محبت بھرے انداز میں اس کے گالوں کو تھپتھپایا۔

"یہ کب سے تمہارے ساتھ یہ کھیل کھیل رہی ہے عالی جاہ۔" مہرو نے کہا۔

"پاگل مت بنو۔"

جاوید نے ذرا تیز لہجے میں کہا۔ پھر تیزی سے بولا: "میری محبت میں کمی نہیں پاؤ گی۔"

"عالی جاہ" مہرو نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں کیا پوچھ رہی ہوں۔ اس کا جواب دو۔"

"میں تم سے شرمندہ ہوں عالی جاہ۔"

"نہیں —— تم نے میرے پیار کو بانٹ دیا ہے عالی جاہ۔ اس بوڑھی گھوڑی کو تمہارے ساتھ منہ کالا کرتے ہوئے شرم نہیں آئی۔" غصے کی زیادتی سے مہرو کا لہجہ لرزنے لگا تھا۔

"بری بات ہے —— اپنے آپ کو قابو میں رکھو —— خواہ مخواہ مجھے بدنام کرو گی۔"

"میں مر جاؤں گی عالی جاہ —— میں یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی۔"

وہ وفور جذبات سے کانپتے ہوئے جاوید سے لپٹ گئی تھی۔

"تم میرا پیار ہو۔ میری محبت ہو مہرو۔ میں خود تمہارے مرنے سے پہلے مر جاؤں گا۔" جاوید تڑپ اٹھا۔

"تم جھوٹے ہو عالی جاہ۔"

وہ اس کی آغوش میں مچلی۔

"مجھ پر اعتماد کرو —— میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔" جاوید نے کہا۔

"پھر —— یہ سب کچھ کیا تھا —— تم گوشت خور کب سے بن گئے ——؟" مہرو بولی۔

"تم نہیں سمجھ سکو گی مہرو یہ سب کچھ —— مت بات کرو اس موضوع پر۔"

"میں آج مر گئی ہوں عالی جاہ۔"

"پاگل ہو —— مجھ پر یقین رکھو —— سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" جاوید نے کہا۔

"کیا ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اچھا اب خاموش ہو جاؤ۔"

جاوید نے اسے سینے سے لگا کر بھینچ لیا۔

اور مہرو رونے لگی۔

دل کا غبار آنسو بن کر بہہ نکلا۔

وہ اس کی آغوش میں پڑی روتی رہی۔ اور جاوید چپ کرانے کی اپنے اندر سکت تک کھو بیٹھا تھا۔ وہ خاموش تھا۔

وہ بری طرح ہچکیاں لے کر رو رہی تھی اور رونے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنا سب کچھ لٹا بیٹھی ہو۔

"خاموش ہو جاؤ۔"

جاوید جھلا گیا —— لیکن موقع کی نزاکت کے تحت وہ اس پر سختی نہیں کر سکتا تھا۔

"مجھے رونے دو —— میری دنیا برباد ہو گئی ہے —— میرا پیار لٹ گیا ہے۔ مجھے آج جی بھر کر رو لینے دو۔ اپنی بدنصیبی پر ماتم کر لینے دو۔"

جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ اسے بستر پہ چھوڑ کر اٹھ گیا تھا۔

ہیرو بستر پر پڑی سسکتی رہی اور جاوید باہر نکل آیا یہ دیکھنے کے لئے کہ غریب پر کیا گذری ہے۔ کہیں وہ جذبات میں آ کر کوئی غلط قدم نہ اٹھائے۔

وہ اپنے کمرے میں بستر پر چت لیٹی ہوئی تھی۔ پتھرائی ہوئی آنکھیں چھت پر مرکوز تھیں۔

اس کی حالت دیکھ کر جاوید کا دل کٹ گیا ـــــ لیکن وہ وہاں بھی رکا نہیں۔ اپنے اندر اس قدر جرأت ہی نہیں پا رہا تھا کہ اس سے کچھ کہہ سکے۔

وہ پھر باہر نکل آیا۔

جب دوبارہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو ہیرو اب بھی رو رہی تھی۔ کمرے کا ماحول اس کے آنسوؤں اور اس کی سسکیوں سے بھر چکا تھا۔ وہ نہایت خاموشی سے کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ بالکل کسی مجرم کی طرح جس نے دو زندگیاں برباد کر دی ہوں۔

حالات نے بڑی سنگین صورت اختیار کر لی تھی۔ ہیرو اپنی جگہ دل ہو چکی تھی۔ جاوید نے اسے یقین دلانے کی بہت کوشش کی تھی۔ ا سے بے پناہ محبت ہے سے بے تحاشا چاہتا ہے۔ جو کچھ اس نے کھا ایک حادثہ تھا۔

ہیرو بڑی مشکل سے قابو آئی تھی۔

اس نے بڑے ہی خطرناک تیوروں کے ساتھ جاوید سے کہا تھا۔

"اگر یہ کوئی حادثہ تھا تو پھر اس قسم کے کسی بھی حادثے کو دوبارہ م نہیں لینا چاہیئے۔ ورنہ ـــ ورنہ ـــ میں اس کا خون کر دوں گی۔"

جاوید نہایت بے بسی کے ساتھ صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔

لیکن عائشہ جو خود بھی ہیرو کے جارحانہ اقدام سے پہلے نروس ہو ی تھی اب اس حد تک اپنے آپ کو سنبھال چکی تھی کہ پوری طرح

بغاوت پر اتر آئی تھی۔

اس نے جاوید سے کہا۔

"اس چمار کی بچی کو سمجھاؤ کہ اپنا آپ اور اپنی زبان قابو میں رکھ
ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

جاوید نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"دیکھو عائشہ۔ وہ اپنی جگہ حق بجانب ہے اور تم بھی۔ اس ک
لئے یہ جھٹکا واقعی ناقابل برداشت تھا۔ لہذا اس نے جو بکواس ک
ہے اسے درگزر کر دو — تم تو سمجھ دار ہو — وہ اگر نا سمجھ
تو کیا ہوا؟"

"وہ مجھے گالیاں دیتی ہے اور جس انداز سے اور جن الفاظ سے
نوازتی ہے وہ الفاظ میری قوت برداشت سے باہر ہیں۔"

"میں اسے سمجھا دوں گا — لیکن کم ازکم تم تو بردباری ک
ثبوت دو۔"

عائشہ خاموش ہوگئی تھی۔

لیکن جاوید دیکھ رہا تھا کہ طوفان عنقریب اٹھنے ہی والا
دونوں کے تیور بڑے خطرناک تھے۔ گو دونوں اپنی اپنی جگہ خا
ہوگئی تھیں۔

لیکن جاوید محسوس کر چکا تھا کہ دونوں کی یہ خاموشی کسی بہ
بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہے۔

وہ دو چکیوں کے درمیان آ پھنسا تھا۔

دونوں ایک پاٹ۔

اور دونوں خطرناک۔

لیکن خاموشی کا یہ وقفہ جو دونوں نے اختیار کر رکھا تھا۔ بڑا
سنگین تھا۔

اس نے بڑی عمیق نظروں سے حالات کا جائزہ لیا تو اسے
یوں محسوس ہوا جیسے وہ عنقریب کسی غبارے کی مانند پھٹنے
والا ہو۔

اس نے سوچا کہ پھر وہ بے قصور ہے۔ وہ ایک جوان لڑکی ہے
اس کے وسوسے بھی جوان ہیں۔

وہ ایک ایسا پھول ہے جو اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ کھلا ہے۔

ایک محبت کرنے والی بیوی ہے۔

ایک ایسی لڑکی جس نے اپنے شوہر کو دل کی گہرائیوں سے چاہا ہو۔
شادی سے قبل اس کو دل وجان سے چاہتی ہو۔ اور اب جبکہ اس
شادی کو کچھ دن ہی گزرے تھے کہ اس پر یہ انکشاف ہوا کہ اس
محبوب دو چکیوں کے پاٹوں میں پھنسا ہوا ہے۔ ایک بوڑھی چکی نے
اسے اپنے حصار میں لے رکھا ہے — تو اس کا بپھر جانا قدرتی
تھا۔

وہ اگر خون کے آنسو رو رہی تھی تو اپنی جگہ پر حق بجانب تھی۔

اگر ایک پیار کرنے والی نو بیاہتا بیوی کا شوہر اس کے علاوہ کسی
دوسری عورت کے ساتھ بھی محبت کا کھیل کھیل رہا ہو تو اس
پر جو کچھ نہ گزر جائے کم ہے۔

اور جاوید اس بات کو اچھی طرح سمجھتا تھا کہ ہیرو اپنی جگہ
درست ہے۔

اس کی جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی اور ان حالات سے
دوچار ہوتی تو وہ بھی یہی کرتی جو ہیرو نے کیا تھا یا جو کچھ کرنے والی
تھی ـــــ دوسری طرف عائشہ تھی۔

جس کے بارے میں صرف جاوید ہی جانتا تھا کہ ان دونوں
کے درمیان کونسی قدر مشترک ہے۔

یا کونسی مجبوری ہے۔

یہ بات درست تھی کہ وہ ایک بوڑھی عورت تھی مگر اس قدر
بوڑھی بھی نہیں کہ اپنے جذبات کا گلا ہی گھونٹ دے۔ جس
انداز سے اس نے جاوید کو چاہا تھا اور جس انداز سے اس نے قربانیاں
دی تھیں وہ سب جاوید کے سامنے تھیں۔

وہ پیار کی بھوکی تھی۔

لیکن ـــــ

جب اسے معلوم ہوا کہ جاوید ـــــ جسے وہ دل و جان سے چاہتی
ہے اس کی بجائے ہیرو کو چاہتا ہے اور اس کے ساتھ شادی

کا خواہش مند ہے ـــــ تو اس کا دل کٹ کر رہ گیا ـــــ مگر اس
نے اف تک نہ کی۔

اس کے برعکس اس نے ایک اچھی عورت بن کر اس کے ساتھ
بہترین اور مثالی تعاون کیا۔

لیکن اس میں اس کا مفاد بھی شامل تھا۔ اگر وہ اس کی شادی
ہیرو سے نہ کراتی تو وہ اسے چھوڑ کر چلا جاتا اور یہ بات اس کو کسی
قیمت پر بھی برداشت نہ تھی۔

جاوید کی رفاقت سے محروم ہونے سے بہتر تھا کہ وہ صبر و تحمل
سے کام لے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا اور جاوید کو اپنے احسانات
کے بوجھ تلے اس طرح دفن کر دیا کہ اب وہ پر نہیں مار سکتا تھا۔
دونوں کی مجبوریاں اور جذبات اس کے سامنے تھے۔

لیکن اس کی مجبوری اور بے بسی کو وہ دونوں ہی نہیں سمجھ
رہی تھیں۔

گھر کا ماحول بری طرح پراگندہ اور کشیدہ ہو چکا تھا۔ وہ سارا سارا
دن باہر آوارہ گردی کرتا رہتا۔

سڑکیں ناپتا رہتا۔

کاروبار کی طرف سے اس کی توجہ قطعی طور پر ہٹ چکی تھی اور
ایسی صورت میں وہ کاروبار کر ہی نہیں سکتا تھا وہ اپنے آپ کو ذہنی
طور پر ناکارہ محسوس کرنے لگا تھا۔

مہرو کے پیار میں آہستہ آہستہ سردمہری پیدا ہوتی جا رہی تھی
جاوید اس بات کو محسوس کرتا اور اندر ہی اندر کڑھ کر رہ
جاتا تھا۔

وہ دونوں سے بہت کم گفتگو کرتا تھا۔

آج جب وہ رات کو واپس لوٹا تو مہرو جاگ رہی تھی — اس
کی ورم شدہ آنکھیں دیکھ کر جاوید نے اندازہ لگایا کہ آج پھر کوئی
گڑبڑ ہے۔

اس نے کپڑے بدلے اور خاموشی کے ساتھ اپنے بستر پہ
جا لیٹا۔

"کیا کھانا نہیں کھاؤ گے؟"

اسے ایسا محسوس ہوا جیسے مہرو کی آواز اسے بہت دور سے
آئی ہو۔

"اگر تمہیں اپنے ماتم سے فرصت ہو جائے تو کھانا لے آنا" جاوید
نے جل کر کہا

مہرو نے اسے بڑی سرد نگاہوں سے گھورا۔

پھر آہستہ سے بولی۔

"میرے ماتم پر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے یہ تو میرے
نصیب میں لکھا جا چکا ہے"

"آج کیا ہوا؟" جاوید کا لہجہ نرم تھا۔

"ہونا کیا تھا — جی بھر کر میں نے اس بوڑھی چڑیل کو گالیاں
دی ہیں — جو اپنے پر پھیلائے میری چھاتی پر مونگ دلتی
رہتی ہے"

"کیوں گالیاں دی تھیں تم نے اسے"

"میں تو اسے اٹھتے بیٹھتے دیتی ہوں۔ میرا کیا بگاڑے گی وہ۔ جو
کچھ بگاڑنا تھا وہ تو بگڑ گیا"

"مہرو"

جاوید کی آواز میں بے پناہ تپش تھی۔

"کھانا کھاؤ گے"

وہ بولی۔

"نہیں"

وہ تڑپ کر رہ گیا۔

"جاؤ اس کے پاس جا کر کھا لو"

مہرو نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

جاوید اس زہریلے ریمارک پر جل ہی تو گیا۔ وہ تو مہرو کی زلفوں
کی گھنی چھاؤں تلے اپنے من کی پیاس بجھانا چاہتا ہے۔ لیکن مہرو
کا رویہ دن بدن اس کے ساتھ سرد ہوتا جا رہا تھا۔

وہ خواہشات کی آگ دل میں دبائے خاموشی کے ساتھ اسے
گھورتا رہا۔

پھر کچھ سوچ کر اٹھا۔

دوسرے ہی لمحے وہ باورچی خانے میں جا گھسا۔ بھوک زوروں کی لگی ہوئی تھی۔

پیٹ بھرنے کے بعد پھر خاموشی سے اپنے بستر پر آلیٹا۔

"عالی جاہ"

مہرو کی آواز میں تپش سی محسوس کی جا سکتی تھی ـــــ آج اس نے کافی دنوں کے بعد اسے پھر عالی جاہ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

جاوید نے اسے چونک کر دیکھا۔

"کیا بات ہے"

وہ پیار سے بولا۔

"مجھے یہاں سے کہیں دور لے چلو۔ میں یہاں نہیں رہنا چاہتی میرا دم گھٹ جائے گا۔"

"مجھے تمہارے پیار اور محبت بھری آغوش کی ضرورت ہے مہرو۔" جاوید سسک پڑا۔

"اگر تمہیں میری اتنی ہی ضرورت تھی تو پھر اس بوڑھی گھوڑی کی سرد آغوش میں کیوں پناہ لیتے پھر رہے ہو ـــــ" مہرو نے کہا۔

جاوید کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا۔ پھر بھی اس

نے اپنے آپ پر قابو پا لیا ـــــ اس نے مہرو کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔"

"تم حد سے بڑھ رہی ہو۔"

"میں ایک دن خاموشی سے مر جاؤں گی عالی جاہ۔ ورنہ مجھے یہاں سے لے چلو۔"

"کہاں لے چلوں؟"

"کہیں دور ـــــ جہاں مجھے اس بڑھیا کا خوف نہ رہے ـــــ نجانے کیوں میں محسوس کرتی ہوں کہ یہ ایک دن ضرور میرا خون کر دے گی۔"

"یہ تمہارا وہم ہے مہرو ـــــ عائشہ ایک اچھی عورت ہے۔"

جاوید نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن ظاہر ہے مہرو سمجھنے سمجھانے کی حد سے گزر چکی تھی۔

جواب میں اس نے خون آلود نظروں سے جاوید کی طرف دیکھا پھر بولی۔

"ہاں بہت اچھی ـــــ جو اپنے بڑھاپے پر جوانی کی مہر لگانا چاہتی ہے۔ جس نے میرے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ ہاں وہ بہت اچھی ہے اسے اچھی ہونا ہی چاہیئے کیونکہ مجھ سے پہلے وہ تمہاری سرد اور تنہا راتوں میں تمہارا بستر گرم کرتی رہی ہے۔"

"تم غلط سمجھتی ہو مہرو۔"

"میں پیدا ہی غلط ہوئی ہوں۔"

مہرو طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

"ارے نہیں۔"

جاوید ذہنی پراگندگی کے باوجود مسکرا دیا۔ ایک لمحہ رک کر اس نے کہا۔

"تم ٹھیک پیدا ہوئی ہو ۔۔۔ اگر غلط پیدا ہوئی ہوتیں تو میں تمہاری ان گھنیری زلفوں کا اسیر کبھی نہ ہوا ہوتا۔"

مہرو نے کوئی جواب نہیں دیا ۔۔۔ اس نے سسک کر آنکھیں بند کر لیں۔

پھر کچھ توقف کے بعد بولی۔

"میں سب کچھ بھول جاؤں گی۔ اگر تم مجھے اس چڑیل سے کہیں دور لے جاؤ۔"

اور جاوید تڑپ کر بولا۔

"ایسا نہ کہو مہرو۔ وہ چڑیل نہیں میری بیوی ہے۔"

"کیا ۔۔۔؟"

مہرو یوں اچھلی جیسے اسے بچھو نے ڈنگ لیا ہو۔ یا پھر کہیں قریب ہی بم کا دھماکہ ہوا ہو۔

وہ سانس روکے پھٹی پھٹی آنکھوں سے جاوید کی طرف دیکھے

جا رہی تھی۔

جاوید نے بڑی بے بسی سے ہونٹ چبائے۔

اس کے خیال کے مطابق شاید اس نے دوسری بنیادی غلطی کر ڈالی تھی جو مہرو کو شادی کے بارے میں بتا دیا تھا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ جس کا آنا مشکل نہیں ناممکن تھا۔

مہرو پلکیں جھپکائے بغیر وحشت زدہ انداز میں جاوید کو گھورے جا رہی تھی۔

انداز ایسا ہی تھا جیسے اس جان لیوا حادثے کو برداشت نہ کرتے ہوئے یا تو اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔ یا پھر خود اس پر جھپٹ پڑے گی۔

کافی دیر تک وہ اسی حالت میں کھڑی رہی۔

اس کی آنکھیں حیرت کے شدید ترین جھٹکوں سے پھسل چکی تھیں۔ چہرہ جذبات کی شدت اور کسی خوف سے اپنی رنگت کھو چکا تھا۔

اچانک اس نے کراہ کر سر پر ہاتھ رکھا۔

پھر دوسرے ہی لمحے وہ چکرائی اور بستر پر گر گئی۔ ناقابل برداشت صدمہ جو اسے جھنجھوڑ گیا تھا۔

جاوید گھبرا کر اٹھ گیا۔

پھر اسے ہوش میں لانے کے لئے کئی ترکیبیں اس نے

استعمال کرڈالیں۔

خاطرخواہ نتیجہ برآمد ہوا تھا۔ مہرو نے سسک کر آنکھیں کھول دیں ـــ

"مہرو ـــ یہ کیا پاگل پن ہے"

جاوید نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"آہ" مہرو کراہی۔ "میں پوری طرح لٹ گئی ـــ بب... برباد ہو گئی، میری قسمت پھوٹ گئی علی جاہ ـــ کیا تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے"

"بات سمجھنے کی کوشش کرو مہرو"

"اب باقی کیا رہ گیا ہے سمجھنے کے لئے"

وہ ایک دم رو پڑی۔

"اچھی بات ہے"

جاوید نے ایک طویل سانس لی۔

پھر بولا "تم خوب اچھی طرح رو لو۔ میں تم سے پھر بات کروں گا" وہ اس کے پاس سے اٹھا اور اپنے بستر پر آگیا۔

اور مہرو ـــ

اوندھے منہ لیٹی سسکتی رہی ـــ اس کی سسکیوں سے کمرہ گونج رہا تھا۔

جاوید کا ذہن سلگتا رہا۔

کس عذاب میں وہ پھنس گیا تھا۔؟

کیسی خوشیاں اس نے خرید لی تھیں جن میں چنگاریاں ہی چنگاریاں دبی سلگ رہی تھیں۔

کیا عائشہ نے اس سے اب شادی کر کے کوئی انتقام لیا ہے۔

ایسا انتقام جو اس نے اس کی خوشیوں اور ارمانوں کی توہین کے بدلے لیا ہو۔

"مجھے کیا کرنا چاہیئے"

جاوید نے سوچا۔

مہرو اب پہلے سے بھی زیادہ مشتعل ہو چکی تھی اس کی سردمہری میں اب پہلے سے زیادہ ہی اضافہ ہو جائے گا۔

اور وہ خود ـــ تپتی ہوئی ریت پر سلگتا رہے گا۔

بھوکا ـــ پیاسا۔

کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ کر بے بسی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے جذبات کا خون کرتا رہے گا۔

لیکن ایک بوند پانی کو ترستا رہے گا۔

وہ کیا کرے؟

صورت حال بڑی خطرناک ہو چکی تھی۔

مہرو ـــ

اس کی زندگی تھی۔

وہ اس کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔
لیکن اس کے ساتھ ہی عائشہ کے احسانات کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

مگر ـــ

اب یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اپنی محبت عائشہ کے بڑھاپے کی نظر کر دے۔

عائشہ کے احسانات کا یہ بدل تو نہیں تھا ـــ کہ اپنی خوشیاں خود لوٹ لے۔

پھر.....؟

پھر اسے کیا کرنا چاہیئے۔
وہ سوچتا رہا۔ اور الجھتا رہا۔
لیکن اس الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے میں اس کے ذہن نے قطعی انکار کر دیا۔

سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں دھماکے ہونے لگے اس نے مہرو کی طرف دیکھا۔

مہرو ـــ بدستور اپنے بستر پر لیٹی سسک رہی تھی ـــ
اور اس کی سسکیوں کی آواز جاوید کی روح تک کو تڑپائے جا رہی تھی۔

رات بھیگ رہی تھی۔

اور جاوید
مہرو کے آنسوؤں کی حدت میں جلا جا رہا تھا۔
"کیا میں عائشہ کو چھوڑ دوں؟"
"مہرو کو لے کر کہیں دور چلا جاؤں؟"
"اگر میں نے ایسا کیا تو عائشہ زندہ رہے گی؟"
"نہیں"

اس دل نے جواب دیا۔
"وہ لازمی خودکشی کر لے گی"

"پھر کیا اسے طلاق دے دے؟"
مگر نہیں ـــ
عائشہ شاید طلاق قبول نہ کرے۔
لیکن میں اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتا۔ مہرو کو نہیں چھوڑ سکتا۔ نہیں چھوڑ سکتا۔
وہ خود ہی سسک پڑا۔
اس نے بڑی بے بسی سے مہرو کی طرف دیکھا جو اب تک رو رہی تھی۔
وہ اٹھا۔
اور مہرو کے اوپر جھک گیا۔ لرزتا ہاتھ اس نے مہرو کے شانے پر رکھ دیا۔

اُبلتا ہوا لاوا ایک دم پھٹا اور وہ اس سے بڑے جذباتی انداز میں لپٹ گئی۔

جاوید اس کی بے بسی اور والہانہ انداز پر پگھل کر رہ گیا تھا۔

اس نے ایک آخری نگاہ سوئی ہوئی عائشہ پر ڈالی تو اسے بستر پر خون پینے والی جونک نظر آئی۔ اب اس نے اسے غور سے دیکھا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ نوے سال کی کوئی ایسی بڑھیا ہو جو قبر میں پاؤں لٹکائے موت کے دروازے پر دستک دی رہی ہو... جھریوں بھرا چہرہ... ابھری ہوئی ہڈیاں... جن کو دیکھ کر اسے کراہت آگئی..

حالات اس کے قابو سے باہر تھے جب سے مہرو کو پت

ہوا تھا کہ بڑھیا اس کی سوکن بنی بیٹھی ہے تو مہرو کا سکون کھو

جب بھی موقع ملتا۔ وہ تصویرِ غم بنی جاوید سے سسکتی ہوئی آواز

کہتی ۔

" عالی جاہ ـــ تمہاری محبت میں اب وہ جوش نہیں رہا۔ تم مجھ

کر رہے ہو "

" نہیں مہرو ـــ میری جان تمہیں وہم ہوگیا ہے ـــ

تمہیں اب بھی اتنی ہی شدت سے چاہتا ہوں جس قدر شادی

پہلے چاہتا تھا "

" جھوٹ بولتے ہو عالی جاہ ـــ تم نے اپنے پیار کو دو حصو

تقسیم کر دیا ہے ـــ اور اب مجھے چھوڑ دینا چاہتے ہو ـــ

یں مر جاؤں گی ـــ ہاں عالی جاہ ـــ میں جان دے دوں گی ـــ

ن ـــ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی ہوں عالی جاہ ـــ مجھے مرنے

ت دو "

وہ رو رو کر جاوید سے کہتی ۔

اس کی حالت بہت خراب تھی ۔

چوبیس گھنٹے اس کے چہرے پر سوگواری اور رقت طاری ہوتی ۔

بڑے مشکوک انداز میں جاوید کو یوں گھورتی جیسے اسے یقین ہو کہ

اوید اسے چھوڑ دے گا ۔

آج جیسے ہی جاوید سے اس کا سامنا ہوا۔ وہ پھر رو پڑی ۔

" عالی جاہ "

" ہوں "

" مجھے ڈر آتا ہے "

" کس بات سے "

" یہ بڑھیا مجھے زہر دے دے گی ـــ یہ ضرور میری جان لے

لے گی "

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی ۔

" تمہارا وہم ہے مہرو۔ وہ ایسی عورت نہیں۔ تم کس قدر گالیاں دیتی

ا سے دن بھر۔ لیکن وہ کتنے تحمل سے سنتی رہتی ہے "

" میں اب اسے گالیاں نہیں دیتی "

ہیرو نے خوفزدہ انداز میں کہا۔ اس کا چہرہ چند دنوں میں ہی
پڑ گیا تھا۔

"اگر تم اس سے مل کر رہو تو میری زندگی بھی کچھ سکون سے
جائے گی۔"

"وہ مجھے مارنا چاہتی ہے عالی جاہ۔ میں اپنے لئے اس کی آ
میں کینہ اور نفرت دیکھتی ہوں۔ وہ ضرور مجھے کسی دن کھانے
زہر دے دے گی۔ میں اس کے ہاتھ سے کھانا نہیں کھاؤں گی"

ہیرو بولی۔

"تمہیں وہم ہو گیا ہے ہیرو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔"

وہ تڑپ کر بولا۔

"کیا اب تمہیں مجھ سے ذرہ بھر بھی محبت نہیں رہی عالی

ہیرو سسک پڑی۔

اور جاوید محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ ہیرو بری ط
خوفزدہ ہے۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنے سائے سے بھی بھڑک اٹھتی
اس کے دل میں شاید ایک ہی بات بیٹھ گئی تھی کہ وہ اب
مر جائے گی۔

اسے مار دیا جائے گا۔

اور ۔۔۔ اسے مارنے والی عائشہ ہو گی۔

جاوید نے اسے سینے سے لگا کر پیار کیا ۔۔۔ اور اس کے بالوں سے کھیلتے ہوئے بولا۔

"تم وہم میں اپنی جان ہلکان کئے دے رہی ہو ۔۔۔ تم اس سے مل کر کیوں نہیں رہتیں ۔۔۔ مجھے امید ہے کہ اگر تم دونوں نے آپس میں سمجھوتہ کر لیا تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ گھر جو تم دونوں کی وجہ سے جہنم بن چکا ہے۔ جنت کا نمونہ بن جائے گا۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں عالی جاہ۔ وہ چڑیل مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔ تمہارے پیار کو کیا ہوا ہے۔ تم اس قدر بے حس اور پتھر کیوں ہو گئے ہو۔ اپنی ہیرو کو کیوں مارنا چاہتے ہو۔"

ہیرو نے کہا۔

"او بے وقوف لڑکی۔"

جاوید جھلا کر بولا ۔ "تم سمجھتی کیوں نہیں ہو ۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"نہیں ۔۔۔ تم مجھے کہیں دور لے چلو عالی جاہ ۔۔۔ میں یہاں مر جاؤں گی۔"

"اچھا لے جاؤں گا۔"

جاوید نے کہا۔

"عالی جاہ ۔۔۔ مجھے ان در و دیوار سے اپنی محبت کے خون کی بو آتی ہے۔"

"اچھا — اچھا — اب خاموش رہو۔"

جاوید سنک کر بولا۔

"اس قسم کی باتیں تھیں جو آئے دن اس کے سامنے آتی رہتی تھیں۔"

جب وہ عائشہ کی طرف دیکھتا تو اس کے چہرے پر سنگین قسم کی خاموشی مسلط دیکھتا۔

اب تک اس نے کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔

دن گزر رہے تھے۔

بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب تھا کہ رینگ رہے تھے۔

وہی کشمکش —

وہی ذہنی کرب —

اور — وہی صبح و شام — جو جاوید کا سکون برباد کیے ہوئے تھے۔

آہستہ آہستہ وہ چڑچڑا ہوتا جا رہا تھا۔

اکثر وہ رات کو اٹھ کر عائشہ کے پاس چلا جاتا اور یہ وہ وقت ہوتا جب مہرو سو چکی ہوتی۔

پھر آہستہ آہستہ اس نے بالکل وہاں جانا کم کر دیا۔ لیکن عائشہ اسے لے جاتی۔ یا پھر رات کو جب اس کی واپسی ہوتی تو جاوید کو اپنے کمرے میں جانے سے پہلے روک کر دبے لہجے میں کہہ دیتی۔

کہ وقت ملے تو میرے کمرے میں کسی وقت آ جانا۔

اور پھر جاوید بحالت مجبوری چلا آتا۔

لیکن کب تک —

آہستہ آہستہ وہ چڑتا چلا گیا۔

اس کی اپنی خوشیاں تو صرف مہرو کی ذات سے ہی وابستہ تھیں۔

لیکن مہرو ہر وقت خوفزدہ اور ورم شدہ آنکھیں لیے اس کا سامنا کرتی تھی۔

اور جاوید اپنا رواں رواں خون کرتے ہوئے تمام رات بستر پر کروٹیں بدلتا رہتا۔

مہرو اس سے بہت دور تھی۔

اس قدر دور — کہ ایک کمرے میں رہتے ہوئے بھی بہت دور تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جاوید دن بدن جذبات کو تسکین نہ ملنے سے چڑچڑا ہوتا جا رہا تھا۔

آج رات جب عائشہ نے اسے اپنے کمرے میں آنے کا اشارہ کیا تو جاوید جھنجھلا گیا۔

اس کے دل نے سوچا کہ اس بوڑھی عورت نے تو اس کے کفن کا انتظام کر رکھا ہے۔

لیکن ——

وہ مجبور تھا۔

بے بس تھا۔

رات کو دو بجے جب وہ عائشہ کے پاس پہنچا، تو وہ حسب معمو[ل] جاگ رہی تھی۔

ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ لئے اس نے جاوید کا استقبال کیا۔ جاوید نے اسے گھور کر دیکھا۔

کیونکہ عائشہ نے آج پھر اپنے آپ کو بنانے سنوارنے کی کوشش کی تھی۔

"بوڑھی گھوڑی لال لگام"

جاوید نے سوچا۔

مگر یہ کتنی عجیب بات تھی کہ وہ مہرو کی آغوش کے بجائے ایک ایسی عورت کی آغوش میں آتا تھا جو اسے زبردستی قبول کرنا پڑتی تھی۔

اب تو اسے عائشہ سے کراہیت سی محسوس ہونے لگی تھی۔

وہ بڑے بجھے بجھے دل سے وہاں وقت گزارتا۔

اور پھر ——

یوں تھکا ہارا اپنے کمرے میں آکر سو جاتا جیسے تمام دن کی محنت مشقت کے بعد انسان تھک جاتا ہو۔

آج بھی ایسا ہی ہوا۔

وہ جب عائشہ کے کمرے سے نکلا تو وہ بے خبر سو رہی تھی۔

اس نے ایک آخری نگاہ سوتی ہوئی عائشہ پر ڈالی تو اسے بستر پر خون پینے والی جونک نظر آئی۔

اب جب اس نے اسے غور سے دیکھا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کوئی نوے سال کی ایسی بڑھیا ہو جو قبر میں پاؤں لٹکائے موت کے دروازے پر دستک دے رہی ہو۔

جھریوں بھرا چہرہ —— ابھری ہوئی ہڈیاں جن کو دیکھ کر اسے کراہیت آ گئی۔

اور وہ سر جھٹکتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔

لیکن دوسری مصیبت اس کا انتظار کر رہی تھی مہرو جاگ رہی تھی۔

"کہاں سے آ رہے ہو عالی جاہ"

وہ خوف سے پیلی ہو رہی تھی۔

"باہر سے آ رہا ہوں"

"اس چڑیل کے پاس سے کیوں نہیں کہتے" مہرو ایکدم پھٹ پڑی۔

"بکواس بند کرو"

وہ چیخ پڑا۔

اس کا چہرہ غصّے کی شدّت سے اپنی رنگت کھو کر عجیب سا ہو گیا تھا۔

مہرو خوفزدہ ہو کر یوں اچھلی جیسے جاوید کی چیخ کی بجائے اس کے قریب کوئی بم پھٹ پڑا ہو ــــ وہ بستر پر اچھل کر بیٹھ گئی تھی۔ چہرے پر زردی ہی زردی تھی۔ اور آنکھیں یوں خوف سے پھیل گئیں تھیں۔

جیسے جاوید کے رویّے نے اس کی جان لے لی ہو۔ بستر پر بیٹھی وہ پوری جان سے لرزے جا رہی تھی۔

"تم دونوں نے میری زندگی برباد کر دی ہے۔" جاوید اسے گھورتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کیا جرم کیا ہے میں نے ــــ کس جرم کی سزا دے رہی ہو تم مجھے؟"

"عالی جاہ"

مہرو کے ہونٹ لرزے۔

"خاموش رہو ــــ مر گیا تمہارا عالی جاہ ــ کیوں میری جان کے پیچھے پڑ گئی ہو۔"

"م م ... میں نے کیا کیا ہے عالی جاہ۔"

وہ سہمے سہمے انداز میں بولا۔

جاوید نے سلگتے ہوئے ذہن اور سرخ آنکھوں کے درمیان اسے

گھور کر دیکھا۔

مہرو خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"عالی جاہ"

وہ سسک پڑی۔

جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ سر جھکائے خاموشی کے ساتھ اپنے بستر پر آیا اور تھکے ہوئے مسافر کی طرح گر پڑا۔

صبح کے چار بج رہے تھے۔ تمام رات اس نے کچھ تڑپتے ہوئے اور کچھ حصّہ عائشہ کو تسکین دینے میں گزار دیا تھا۔

ایک تو نیند اوپر سے جھنجھلاہٹ نے اسے چوتھے آسمان پر جا پہنچایا تھا۔

وہ خاموشی سے کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

نجانے کیوں اس کا پورا وجود سرد تھا اسے سردی اپنی ہڈیوں میں سرایت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب اسے کوئی اہم فیصلہ کر لینا چاہیئے کیونکہ اب اس کا عائشہ سے خود دل بھر گیا تھا۔ وہ واقعی ایک جونک تھی جو اس کا خون پیئے جا رہی تھی۔

وہ سوئی ہوئی کس قدر بھیانک لگ رہی تھی، ہڈیوں کا ڈھانچہ جھریوں سے بھرا ہوا چہرہ ــ جیسے نوے سال کی بڑھیا ہو۔ جو قبر

سے اٹھ کر چلی آئی ہو۔

وہ سوچتا رہا۔

اور الجھتا رہا۔ اور وقت گزرتا رہا۔ اسے غنودگی سی آنے لگی۔

اچانک ——

ایک لرزتا ہوا ہاتھ اس کے بالوں پر آ رکا —— اور جاوید چونک پڑا۔

یہ مہرو تھی —— جو اپنے بستر سے اٹھ کر اس کے پاس آ گئی تھی۔ وہ بڑے آرام سے اور نہایت خاموشی سے یوں اس کے پہلو میں سمٹ کر لیٹی ہوئی تھی جیسے کہ بے حد خوفزدہ ہو۔ جاوید کا جسم ایک دم تن گیا تھا۔

مہرو نے اس کی پشت سے لپٹ کر یوں اپنے آپ کو سمیٹ لیا تھا۔

"عالی جاہ"

اس نے آہستہ سے پکارا۔ اس کی سرگوشی میں بے پناہ سسک اور درد موجود تھا۔

جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا —— وہ خاموشی کے ساتھ یونہی پڑا رہا۔

اس نے بڑی مضبوطی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"عالی جاہ" وہ پھر سسکی۔

"ہوں"

وہ ہنکارا بھر کر رہ گیا۔

"ننت —— تم مجھ سے ناراض کیوں ہو ——؟" مہرو نے التجا آمیز لہجے میں پوچھا۔

"نہیں"

جاوید نے ایک طویل سانس لی اور بولا۔ "میں تم سے ناراض نہیں ہوں"

"پھر تم میرے پاس کیوں نہیں آئے"

"مجھے روتی ہوئی صورتیں قطعی پسند نہیں ہیں۔ اور تمہیں ہر وقت رونے بسورنے اور آنسو بہانے کے سوا کوئی کام ہی نہیں ہے ——"

"آہ —— عالی جاہ —— میں بدنصیب اپنے آنسو نہیں روک سکتی"

"کیوں؟"

"بس یہی دل چاہتا ہے کہ پاگل ہو جاؤں۔ اپنے ہوش میں نہ رہوں، کیونکہ ہوش میں رہتی ہوں تو مجھے اپنے چاروں طرف خون ہی خون پھیلا ہوا محسوس ہوتا ہے"

مہرو نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اس قسم کی باتیں ختم نہیں کر سکتیں" جاوید کی آواز کچھ تیز ہو گئی۔

اور ہیرو مزید سہم گئی۔

وہ جاوید سے کچھ اور لپٹ گئی۔

اور اس نے بڑی مضبوطی سے اپنے ہونٹوں پر ہونٹ جما تھے۔

چند لمحے خاموشی رہی۔

پھر جاوید نے اسے پکارا۔

"ہیرو"

"ج... جی —" ہیرو کی آواز یوں ابھری جیسے بہت دو سے بول رہی ہو۔

"تم اس قدر کانپ کیوں رہی ہو؟"

"س س... سردی لگ رہی ہے۔"

وہ کانپتے ہوئے بولی۔

جاوید کے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ کیونکہ وہ جا تھا کہ یہ بے وقوف لڑکی سردی سے نہیں خوف سے کانپ رہی ہے۔

اس نے کروٹ بدل لی۔

دوسرے ہی لمحے اس نے ہیرو کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس لئے نہیں کہ اس کے جسم کو گرمائی دے سکے بلکہ صرف اپنی رو کی غذا حاصل کرنے کے لئے۔ جس کے لئے وہ بھٹک رہا تھا

ہیرو بھی ایک خوفزدہ بچے کی طرح یوں اس سے لپٹ گئی جیسے یہی اس کی آخری پناہ گاہ ہو۔

"ہیرو —"

اس نے پکارا۔

"جی —"

وہ سسکی۔

"تمہیں میرے پیار پر بھروسہ نہیں ہے کیا؟" جاوید نے اسے چوم کر پوچھا۔

"ہونہہ"

ہیرو نے طنزیہ انداز میں ہونٹ سکیڑے۔

پھر بولی۔

"تمہارے پاس پیار کہاں ہے — وہ تو تم نے اس بڑھیا کو دے رکھا ہے۔"

"یہی تو تمہارا وہم ہے۔"

جاوید مسکرایا۔

"یہ وہم نہیں حقیقت ہے۔" ہیرو نے کہا — "تم مجھے بہلا نہیں سکو گے عالی جاہ۔"

"نہیں ہیرو —" جاوید نے پیار سے کہا — "تم میری روح کی غذا ہو — میرے جسم کا ایک حصہ ہو۔ میں تم سے الگ

نہیں رہ سکتا۔ اللہ کرے یہ بڑھیا مر جائے۔ تاکہ تمہارا یہ وہم ختم ہو جائے۔ اور میری زندگی جو جہنم بن چکی ہے، اسے سکون نصیب ہو سکے۔ اس بے قرار دل کو قرار آجائے۔"

"عالی جاہ"

مہرو کی سرگوشی ابھری۔

اور جاوید جلدی سے بولا۔

"تم تو خاموش ہی رہو ــــ جب بھی کوئی بات کرتی ہو دل جلا دیتی ہو۔"

"اچھا ــ"

مہرو منہ پھلا کر خاموش ہو گئی۔

جاوید چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

پھر اس نے تپتے ہوئے ذہن اور سلگتے ہوئے جذبات سے بے قابو ہو کر اسے پوری قوت سے اپنے ساتھ لگا کر بھینچ لیا ــ!

"آہ ــ عالی جاہ ــ مم... میں تمہارے پیار کی پیاسی ہوں۔"

مہرو بولی۔

"ہاں ــ ہم تینوں پیاسے ہیں ــ تم بھی پیاسی ہو ــ میں بھی پیاسی ہوں ــ اور تمہاری خالہ بھی پیاسی ہے۔ ہم تینوں میں ایک مر جائے تو سب کی پیاس بجھ جائے گی۔ اور اگر میں مر گیا تو قصہ

ہی ختم ہو جائے گا۔"

"عالی جاہ"

"بس اب کچھ لمحوں کے لئے خاموش رہو۔"

جاوید تڑپتا ہوا بولا۔

اور مہرو کے ہونٹوں سے ایک سرد سی سانس نکل گئی۔

ہاں! وہ اتنی جلدی نہیں مر سکتی تھی۔
کم از کم سو سال تک نہیں مر سکتی تھی.... جاوید مر سکتا تھا۔
مہرو مر سکتی تھی.... دونوں کی خواہشات ختم ہو سکتی تھیں....
دونوں بوڑھے ہو سکتے تھے۔ لیکن وہ نہیں مر سکتی تھی.....
حالانکہ اسے مر جانا چاہیئے تھا۔ بہت دن زندہ رہ لی ہے
وہ........!

جاوید کی حالت بڑی دگرگوں تھی۔ وہ مہرو کی رفاقت چاہتا تھا۔ اس کی قربت کا متمنی تھا۔ وہ اپنے جذبات کی سلگتی ہوئی خواہشات کو تسکین دینا چاہتا تھا۔

لیکن یہ باتیں تو اس گھر میں ناممکن ہو کر رہ گئی تھیں۔ مہرو کے ذہن پر خوف سوار تھا۔ عائشہ کی خواہشات کی چتا دن بدن بھڑکتی جا رہی تھی۔

سرد خون سے شعلے گرم تھے۔
اس کی خواہشات جوان تھیں۔

اور جاوید——
دونوں کے درمیان بڑی بے بسی سے پس رہا تھا۔ زندگی عذاب بن کر رہ گئی تھی۔

کیونکہ اگر مہرو کی قربت اور صحیح معنوں میں اسے پیار مل جاتا تو
تردد مٹ جاتا۔

مگر بات اس کے الٹ تھی۔

وہ اس سے خوفزدہ تھی کہ اسے کبھی اس بات کا خیال ہی نہیں
تھا کہ کوئی اپنی خواہشات میں جل رہا ہے۔

اسے کسی آغوش گرمانی چاہیئے۔

کوئی اس کی گھنی زلفوں کی چھاؤں کا متلاشی ہے ——— اسے
دینی چاہیئے۔

کوئی اس کے پیار میں خود کو بھلا دینا چاہتا ہے۔ اسے اس
پیار مل جانا چاہیئے۔

جاوید اب دل میں ہر وقت یہ دعائیں مانگا کرتا تھا کہ کسی طرح
چھت گر جائے جس کے نیچے عائشہ سویا کرتی ہے۔ وہ رات کو سو
اور دوسری صبح اسے ملبے سے نکالا جائے۔

یا پھر ———

وہ سوئے سوئے مر جائے۔

اس کی تمام تر خواہشات دفن ہو جائیں۔

لیکن ظاہر ہے اس کی دعائیں یا بد دعائیں خدا کی مرضی
قبول ہو سکتی تھیں

پھر اس کی کوئی بات یا خواہش کس طرح پوری ہو

اس کے برعکس عائشہ تو ہر لمحے جوان ہو رہی تھی ——— ہر رات
اپنی خواہشات میں شدت پیدا کرتی تھی ——— جیسے جاوید ہی اس
کی غذا ہو۔

ہر آنے والی رات کو وہ اس کی قربت چاہتی تھی۔

ہاں ——— وہ اتنی جلدی نہیں مر سکتی تھی۔ کم از کم سو سال تک
نہیں مر سکتی تھی۔

جاوید مر سکتا تھا۔

مہرو مر سکتی تھی۔

دونوں کی خواہشات ختم ہو سکتی تھیں۔

دونوں بوڑھے ہو سکتے تھے۔

لیکن ———

وہ نہیں مر سکتی تھی۔

حالانکہ اب اسے مر جانا چاہیئے تھا۔

بہت دن زندہ رہ لی ہے وہ۔

وہ آج پھر سارا دن سرگشت کر رہا تھا۔

اور اس بات سے بے خبر کہ مہرو کون سا ڈرامہ کھیلنا چاہتی
ہے ——— ادھر یہ تو عائشہ سے پیچھا چھڑانے کے لئے کچھ
سوچ رہا تھا۔

ادھر مہرو اپنی تمام تر وحشتوں کے ساتھ عائشہ سے اپنی محبت

کی ناکامیوں کا انتقام لے رہی تھی۔

عائشہ باورچی خانے میں تھی۔

مہرو نے نہایت خاموشی سے تیل کا ڈبہ لے کر اس کے کمرے میں چھڑک دیا تھا۔

جب گھر میں تیل کی بدبو اچھی طرح پھیلی تو عائشہ حقیقت حال کے لیے جلدی سے باہر نکلی۔

"آؤ — آؤ —" مہرو اسے دیکھ کر غرائی — "تمہاری کہانی ختم ہو گئی بوڑھی چڑیل۔"

"کیا مطلب"

عائشہ نے اسے گھور کر دیکھا

"اپنے کمرے میں جا کر دیکھو۔ میں نے تم سے اپنی ناکام جوانی کی آرزوؤں کا کیا انتقام لیا ہے۔"

مہرو نے غراتے ہوئے کہا۔

عائشہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

پھر وہ انتہائی خاموشی کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

تیل کی بو تو پہلے ہی وہ محسوس کر رہی تھی۔

وہ جیسے ہی الجھن آمیز نظروں سے مہرو کو دیکھتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی۔

مہرو کے ہونٹوں پر بڑی مسکراہٹ تھی وہ خونخوار نظروں سے

عائشہ کو گھور رہی تھی۔ اس نے بڑے اطمینان سے اپنے پروگرام پر عمل کر ڈالا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔

اور پھر —

اس سے قبل کہ عائشہ صورت حال کا صحیح طور پر اندازہ لگا سکتی۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔

دروازہ بند ہونے کے ساتھ ہی اس نے مہرو کا بھرپور قہقہہ سنا تھا۔

عائشہ کو فوراً ہی خطرے کا احساس ہوا — لیکن اسے دیر ہو چکی تھی۔

مہرو نے دروازے کو آگ دکھا دی تھی اور تیل نے آگ پکڑ لی

اندر سے عائشہ کی گھٹی گھٹی سی چیخ ابھری — اور اس نے مہرو کو پکارا۔

لیکن مہرو کے قہقہوں میں اس کی آواز دب کر رہ گئی۔

پورے کمرے میں تیل پھیلا ہوا تھا۔

بستر الماری کرسیوں اور میز پر ہی نہیں۔ بلکہ پوری دیواروں پر تیل چھڑکا گیا تھا۔

مہرو نے پورا ڈبہ تیل خرچ کیا تھا۔

وہ ڈبہ بھی کمرے میں ہی پڑا ہوا تھا — جو اس وقت خالی ہو چکا تھا۔

عائشہ نے بدحواس نظروں سے چاروں طرف سے کمرے کا جائزہ لیا ــــ لیکن فرار کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ایک لمحہ کچھ سوچا۔

اور پھر اگلے ہی لمحے عائشہ نے پوری قوت سے دروازے پر کندھے سے ٹکر ماری۔

لیکن ــــ اگر اس کا خیال یہ تھا کہ وہ دروازہ توڑنے میں کامیاب ہو جائے گی تو اس کا یہ خیال غلط ہی ثابت ہوا تھا۔ دروازہ ٹوٹنا تو درکنار ــــ اس نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی تھی۔ اس نے ایک مرتبہ پھر کوشش کی۔

لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ شعلے بلند سے بلند تر ہوتے جا رہے تھے۔

"ہیرو ــــ دروازہ کھولو" عائشہ نے خوف اور دہشت سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"بوڑھی چڑیل"

ہیرو نے غراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا یہی انجام ہونا چاہیئے تھا۔ اب تمہیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی"

"دروازہ کھولو"

عائشہ چیخی۔

"نہیں ــــ چیخنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خاموشی کے ساتھ جل کر مر جاؤ۔ تمہیں مرنا ہے"

"میں کہتی ہوں دروازہ کھولو"

عائشہ پوری قوت سے چیخی۔

"آہاہاہا ــــ"

ہیرو نے زوردار قہقہہ لگایا۔

بڑا وحشت سے بھرپور قہقہہ تھا۔

چند لمحوں تک وہ قہقہہ لگاتی رہی۔ پھر غراتے ہوئے اس نے کہا۔

"دروازہ نہیں کھلے گا بوڑھی چڑیل۔ تم نے میرے ارمانوں کا خون پیا ہے۔ میرے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ تم نے میرا ہی نہیں ــــ میرے محبوب کا بھی ــــ خون پیا ہے۔ لیکن ــــ لیکن اب تمہیں مزید کسی کا خون پینے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ اپنی عبرت ناک موت کو خاموشی کے ساتھ گلے لگا لو۔ چیخنے یا چلانے سے تم اپنے عبرت ناک انجام سے بچ نہیں سکو گی"

"بوڑھی چڑیل"

وہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگا رہی تھی۔

اس کے قہقہے پورے محلے میں گونج رہے تھے۔ وہ اپنا ذہنی

توازن قطعی طور پر کھو چکی تھی۔

آگ پوری طرح بھڑک اٹھی تھی۔ دروازے سے گزر کر آگ اندر تک پہنچ چکی تھی۔ اور آہستہ آہستہ پورے کمرے کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔

اندر سے عائشہ کی دلخراش چیخیں اس انداز سے ابھر رہی تھیں۔ جیسے کسی جانور کو ذبح کیا جا رہا ہو ـــ وہ اب یہ سمجھ چکی تھی کہ موت اس کا مقدر بن چکی ہے۔

ایک ایسی موت ـــ جس کا وہ خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتی تھی۔

وہ چیخ رہی تھی ـــ اپنی پوری قوت سے ـــ اور اس کی بھیانک چیخیں سن سن کر ہیرو خود بھی زور زور سے چیخ رہی تھی۔ پورے مکان میں تیل کے جلنے سے دھواں بھر گیا تھا۔ اس دھویں کا اثر محلے والوں پر بھی ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ دھویں کے بادل آسمان سے باتیں کر رہے تھے جنہوں نے محلے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

"آگ آگ ـــ"

پورے محلے میں شور اٹھ کھڑا ہوا۔

دوسرے ہی لمحے پورا محلہ عائشہ کے گھر کی طرف پانی کی بالٹیاں لئے بھاگا چلا آ رہا تھا۔

ہیرو ـــ

صحن میں کھڑی دیوانوں کی طرح مسلسل قہقہے لگائے جا رہی تھی۔ اندر سے عائشہ کی چیخیں ابھر رہی تھیں۔ بڑی دلخراش اور دل لرزا دینے والی چیخیں تھیں۔

ارے یہ کیا ہوا؟

آگ کیسے لگی؟

کس نے لگائی؟

بجھاؤ ـــ بجھاؤ اسے"

ہر طرف سے شور اٹھ کھڑا ہوا۔

کچھ لوگوں نے ہیرو کو قابو کرنا چاہا۔ لیکن وہ ان کے ہاتھوں سے نکلی جا رہی تھی۔

وہ چیخے جا رہی تھی۔

مت بجھاؤ آگ۔

یہ ـــ یہ چڑیل ہے۔

یہ خون پیتی ہے؟

اس نے میرے ارمانوں کا خون پیا ہے۔

"چھوڑ دو ـــ چھوڑ دو مجھے"

وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہی تھی۔

لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے ہیرو کو ـــ کیا یہ

سچ مچ پاگل ہو گئی ہے۔

لیکن ــــ وہ لوگ صرف تبصرہ ہی کر سکتے تھے حقیقت کیا تھی؟

یہ تو صرف مہرو ہی جانتی تھی۔

یا پھر عائشہ جو اس وقت موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھی ــــ بہرحال لوگ مہرو کو کنٹرول کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔

ادھر پورا محلہ آگ پر قابو پانے کی پوری طرح جدوجہد کر رہا تھا۔

دروازہ جل کر گر گیا تھا۔

لیکن ــــ

پورے کمرے میں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

عائشہ کی چیخیں اب دم توڑ چکی تھیں۔

دھواں اور شعلے ــــ اندر بھرے ہوئے تھے اور وہاں پر موجود لوگ بڑی بے بسی سے جلتے ہوئے کمرے کو دیکھ رہے تھے۔

مہرو چیختے ہوئے بے ہوش ہو چکی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں عائشہ کا کمرہ جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ دو گھنٹے کی جدوجہد کے بعد آگ تو بجھ گئی تھی، لیکن عائشہ کے لئے موت مقدر ہو گئی تھی۔

اس کی جلی ہوئی لاش پہچاننے میں نہیں آ رہی تھی۔

بے چاری عائشہ ــــ

نجانے کیسے تڑپ تڑپ کر مری ہوگی۔"

محلے کے لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔

جو روحانی خوشی مجھے اس چڑیل کو مار کر ہوئی ہے وہ جھوٹ بول کر ختم ہو جائے گی۔ تمہیں کیا معلوم عالی جاہ کہ میں کسقدر خوش ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آج مجھے کوئی غم نہ کوئی دکھ نہ ہو۔ جیسے مدتوں بعد میں آزاد ہو گئی ہوں یا پھر... جیسے آج تہوار ہو.... عید کا تہوار..... یا پھر جیسے آج میں دلہن بنی ہوں۔

مہرو ہوش میں آچکی تھی۔ لیکن اب یوں خاموش اور پرسکون تھی جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ وہ دیوار سے لگی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ سب کچھ سن رہی تھی۔ اپنے محلے کے لوگوں کی عجیب و غریب باتیں۔

سب قیاس آرائیاں کر رہے تھے۔

حقیقتِ حال سے کوئی بھی واقف نہیں تھا۔

مہرو کا بابو بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے مہرو کو گھور کر دیکھا۔

"مہرو یہ آگ کیسے لگی"

بابو نے مہرو کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

مہرو نے خالی خالی نگاہوں سے بابو کی طرف دیکھا اور ہونٹ سکیڑ کر بولی۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

اس کے جواب پر بالو تو خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن محلے کے بزرگ اور عورتیں اسے مشکوک انداز میں گھور رہے تھے۔

ان کے گھورنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے انہیں یقین ہو کہ آگ لگانے میں ہیرو کا ہاتھ ضرور ہے۔

لیکن بغیر تصدیق کے یہ بات کہی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ ہیرو بھی ان ہی کے محلے کی بچی تھی اور بہر حال، سب اسے اتنا ہی چاہتے تھے جتنی عائشہ کی عزت کرتے تھے۔

عائشہ کی جلی ہوئی لاش صحن کے وسط میں پڑی تھی اسے محلے والے کسی نہ کسی طرح باہر لے آئے تھے۔

جلتے ہوئے کمرے سے اب بھی دھواں نکل رہا تھا۔ اور ہیرو کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے زخموں سے دھواں نکل رہا ہو ـــ یا زخم دھل رہے ہوں ـــ اس کے ہونٹوں پر عجیب سا کھنچاؤ تھا۔

جب جاوید واپس لوٹا تو اس نے پولیس کے آدمیوں اور پورے محلے کو اپنے گھر کے اندر پایا۔

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

"کیا معاملہ ہے؟"

"کیا عائشہ نے ہیرو کو قتل کر دیا ہے؟"

"نن... نہیں ـــ"

"یہ نہیں ہو سکتا"

وہ لرز اٹھا۔

اور اگلے ہی لمحے وہ دیوانوں کی طرح بھاگتے ہوئے اور راستہ بناتے ہوئے مکان میں داخل ہوا۔

اندر محلے کے کچھ بزرگ اور پولیس والے بھرے ہوئے تھے۔

ایک طرف بالو اپنی بیٹی کو پکڑے کھڑا تھا۔ جو دیوار سے لگی گم سم... کھڑی تھی۔

جاوید کو دیکھ کر اس کے مسکرانے کی کوشش کی۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اپنی جیت پر مسکرائی ہو۔

عائشہ کی لاش کو کیونکہ پولیس والوں نے پہلے ہی بھجوا دیا تھا اس لئے جاوید فوری طور پر کچھ سمجھنے سے قاصر رہا۔

"انسپکٹر کیا ہوا؟"

"کیا ہوا ہیرو؟"

جاوید نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ان کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"خالہ مر گئی"

ہیرو نے آہستہ سے کہا۔

"کیسے"

جل کر ـــــ اور اس کا پورا کمرہ بھی جل گیا "

وہ فتح مندانہ لہجے میں بولی۔

جاوید نے اسے گھورا۔

پھر لرزتی ہوئی نگاہوں سے انسپکٹر کی طرف دیکھا۔

" آپ کی تعریف "

انسپکٹر جاوید سے مخاطب ہوا۔

" میرا نام جاوید آفتاب ہے "

جاوید نے بتایا۔

" ہوں "

انسپکٹر نے اسے گھورا۔ پھر بولا۔

" اس گھر میں آپ کی کیا حیثیت ہے "

" جی ـــ یہ لڑکی میری بیوی ہے " جاوید نے ہیرو کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ " اور میری شادی کو زیادہ سے زیادہ ایک ماہ ہی ہوا ہے "

" اوہ "

انسپکٹر کے ہونٹ دائرے کی شکل میں سکڑ گئے پھر ذرا رک کر نرم لہجے میں بولا۔

" بہت خوب۔ آپ تشریف رکھیں۔ ہمیں موجودہ حالات میں ایک مرد کی اشد ضرورت ہے "

" میں قانون کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں انسپکٹر ـــــ لیکن مجھے پہلے اگر آپ پورا واقعہ بتا دیں تو مشکور ہوں گا "

" اس لڑکی نے جسے آپ اپنی بیوی کہتے ہیں، اپنی مکان مالکن عائشہ نامی عورت کو کمرے میں بند کر کے آگ لگا دی جس سے وہ غریب بوڑھی عورت جل کر مر گئی "

انسپکٹر نے بتایا۔

" نن .... نہیں ـــ "

جاوید چیخنے جیسے انداز میں بولا۔

" ہمیں افسوس ہے مسٹر جاوید ـــ یہ حقیقت ہے۔ لیکن تمہاری بیوی اپنے جرم کا اقرار نہیں کر رہی ہے "

انسپکٹر ہمدردی سے بولا۔

پھر اس نے مزید کہا۔

" تمام واقعات ہمارے سامنے ہیں ــــ اس لڑکی نے پورے کمرے میں تیل چھڑکا، مقتولہ کو کمرے میں بند کیا اور پھر دروازے کو باہر سے بند کر کے اس میں آگ لگا دی "

انسپکٹر نے ایک لمحہ رک کر پھر کہا۔

" لیکن مسٹر جاوید ـــ اب صرف حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ آخر اس نے ایسا کیوں کیا ـــــ اور اس مسئلہ پر آپ ہی روشنی ڈال

سکتے گئے۔"

"مم... میں ــــ"

جاوید نے بدقت تمام تھوک نگلا ـــــ اور ہیرو کی طرف دیکھا
جو خاموش کھڑی تھی۔

اس کے چہرے پر اس وقت بھی فتحمندی کے تاثرات تھے

"جی ہاں ـــ آپ ـــ" انسپکٹر کہہ رہا تھا "کیونکہ آپ اس
لڑکی کے شوہر ہیں ـــ اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مقتولہ آپ دونوں
پر بڑی مہربان تھی۔ آپ کی شادی بھی مقتولہ ہی کی کوششوں کی
مرہون منت تھی۔"

"ہاں ـــ اس میں شک نہیں کہ مرنے والی بڑی مہربان اور
ہمدرد عورت تھی۔ اس نے مالی طور پر بھی ہماری بہت مدد کی تھی۔
مگر مجھے اپنی بیوی سے ابھی تک بات کرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔
اگر آپ اجازت دیں تو..."

"آپ گفتگو کر سکتے ہیں۔"

انسپکٹر نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر فراخدلی کا ثبوت دیتے
ہوئے جاوید کو اجازت دے دی۔

جاوید نے ہیرو کی طرف دیکھا
پھر آہستہ سے بولا۔

"کیا یہ آگ تم نے لگائی ہے۔"

"مجھے یاد نہیں۔"

وہ مسکرائی۔

جاوید کا دل ہل کر رہ گیا۔

وہ اس کی مسکراہٹ سے جان گیا کہ ہیرو نے اسے آگ لگا کر
انتقام لے لیا۔

وہی آگ جس کا وہ ہر وقت ذکر کیا کرتی تھی کہ عائشہ اس کا خون کرنا
چاہتی ہے در و دیوار اسے خون آلود نظر آتے ہیں۔

جاوید نے ایک طویل سانس لی ـــ پھر انسپکٹر کی طرف مڑتے
ہوئے بولا۔

"میں اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں انسپکٹر
صاحب ـــ"

"آپ ہمارے ساتھ تعاون کا وعدہ کر چکے ہیں۔ بہرکیف آپ
بات کر لیں۔"

"شکریہ انسپکٹر"

جاوید نے کہا۔

اور ہیرو کا ہاتھ پکڑے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں جا کر وہ چند لمحے خاموشی سے ہیرو کو دیکھتا رہا پھر
آہستہ سے بولا۔

"ہیرو ـــ"

جاوید کے لہجے میں بے پناہ محبت تھی۔

"مجھے بتاؤ کہ تم نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟"

"اپنی جان بچانے اور تمہیں حاصل کرنے کی خواہش نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اسے جان سے مار دوں۔"

"کیا تم نے پولیس کو کوئی بیان نہیں دیا۔"

"نہیں ۔۔۔ مجھے تمہارا انتظار تھا۔"

وہ مسکرائی۔

جیسے اپنے کیے پر پوری طرح مطمئن ہو۔

"کیا تم پولیس کو بتا دینا چاہتی ہو کہ عائشہ میری بیوی تھی اور تم نے جلن اور حسد کی وجہ سے ایسا قدم اٹھایا ہے۔"

جاوید نے پوچھا۔

"کیا بتا دوں۔" وہ بولی۔

"نہیں"

جاوید تیزی سے بولا ۔۔۔ لیکن آواز بہت مدہم تھی تاکہ باہر تک نہ پہنچ سکے۔

"پھر مجھے کیا کہنا چاہیے۔"

"کچھ بھی کہو ۔۔۔ لیکن یہ مت بتانا کہ عائشہ تمہاری سوکن....."

"اچھا۔" وہ بڑے دل نشین انداز میں ہونٹوں کو نیم دائرے کی صورت میں سکوڑ کر مسکرائی۔

"کیا اچھا۔"

جاوید اسے گھور کر بولا ۔۔۔ نجانے وہ کیوں اس مسکراہٹ سے تپ گیا تھا۔

"عالی جاہ"

پھر وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گنگنائی۔

"بے وقوف لڑکی کیوں موت کو گلے لگانا چاہتی ہو۔ جو میں کہتا ہوں وہی کرو۔"

"بتاؤ کیا کروں۔"

"کچھ بھی کرو ۔۔۔ کچھ بھی کہو ۔۔۔ لیکن اس کے بارے میں ہونٹ سی لو۔ کسی کو ہوا تک مت لگنے دو کہ وہ تیری سوکن تھی میری بیوی تھی۔ اور تم نے حسد اور جلن کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے قتل کر دیا ہے۔"

"یہ بات بتانے میں کیا نقصان ہے عالی جاہ ۔۔۔" وہ بڑے تیکھے انداز میں بولی۔

"کیا تم پھانسی پر چڑھنے کے لیے تیار ہو۔"

"نہیں"

"تو پھر جو میں کہتا ہوں وہی کرو۔"

"لیکن عالی جاہ۔ جو روحانی خوشی مجھے اس چڑیل کو مار کر ملی ہے وہ جھوٹ بول کر ختم ہو جائے گی۔ تمہیں کیا معلوم عالی جاہ کہ میں کس

قدر خوش ہوں ـــ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آج مجھے کوئی غم
کوئی دکھ نہیں ـــ جیسے مدتوں کے بعد آج میں آزاد ہو گئی ہوں

یا پھر ـــ ؟

جیسے آج تہوار ہو۔

عید کا تہوار۔

یا پھر ـــ

جیسے آج میں دلہن بنی ہوں ـــ اور دولہا مرا محبوب رہا
جسے میں نے مدتوں چاہا ہو۔ صدیوں جس کا انتظار کیا ہو جس کی پر
کرتے کرتے آج یہ دن آیا ہو۔ عالی جاہ آج میں بہت خوش ہوں
خوش ہوں۔ اور۔ اور تم ہو کہ مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کر کے
تمام خوشیاں چھین لینا چاہتے ہو۔"

"اُف میرے خدا۔"

جاوید نے بڑی بے بسی سے سر پر دوہتڑ مارا۔ پھر کچھ توقف
بعد کراہ کر بولا۔

"ہیرو ـــ کیا تیرے پاس تھوڑی بہت عقل ہے کہ نہیں۔ تم
کیوں نہیں سمجھتیں۔ اس نازک اور سنگین صورت حال کو کیوں
سمجھ رہی ہو کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔"

"کیا ہوگا۔"

"تمہیں پھانسی دے دی جائے گی۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوگا ؟"

ہیرو معصومیت سے بولی۔

"کیا مطلب"

جاوید اس کے جواب پر حیران رہ گیا اسے خیال گزرا تھا کہ کہیں
اس حادثے کے بعد اس لڑکی کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔

"کیا دیکھ رہے ہو"

وہ پھر مسکرائی۔

اور اس کی مسکراہٹ میں جیت کا عنصر موجود تھا۔ فتح کا جشن
بہاراں تھا۔ جیسے وہ مسرور ہو۔ خوش ہو کہ عائشہ کو مارنے کے
بعد ایک بار تو کیا دس بار بھی پھانسی ہو جائے تو برا نہیں۔

"کیا تم ہوش میں ہو ہیرو۔"

"ہاں میں پوری طرح ہوش میں ہوں۔"

"میں تمہیں بچانا چاہتا ہوں"

"پھانسی سے"

"ہاں پھانسی سے۔"

"کیوں ؟"

ہیرو مسکرائی۔

"اس لئے کہ مجھے تیری ضرورت ہے مجھے تم سے پیار ہے۔ میں
تیرے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تو اگر مر گئی تو پھر میں بھی زندہ نہیں

رہ سکوں گا۔"

"چلو اچھا ہے۔ جی کر کیا کریں گے۔"

"لیکن میں مرنا نہیں چاہتا — تمہیں جی بھر کے پیار کرنا چاہتا ہوں تم میرا پیار ہو — میرا جنون ہو۔ میرا اضطراب اور پاگل پن ہو۔ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔"

"لیکن مجھے تم پر یقین نہیں۔"

"کیا؟"

جاوید حیرت زدہ رہ گیا۔ پھر وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔ "تم نے ایسی بات کیوں کہی؟"

"کیا میں نے غلط کہا ہے؟"

"کیا ہے تیرے دل میں؟"

وہ مسکرائی۔

پھر سرگوشیانہ انداز میں بولی۔

"عالی جاہ — سچ پوچھو تو بتا دیتی ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے بھلا دو گے — فرض کرو اگر مجھے سزا ہو گئی تو تم میرا انتظار کرنے کی بجائے کسی اور سے عشق کر لو گے — میں جانتی ہوں کہ تم بہت بھوکے ہو — بہت پیاسے ہو — تم سے صبر نہ ہو سکے گا اور جب میں رہا ہو کر واپس آئے گی تو تم بوڑھے ہو چکے ہو گے۔ تیرے دس بارہ بچے ہوں گے اور میں سفید بالوں کی چادر اوڑھے

باقی عمر ماتم کرتی رہوں گی — اس لئے چاہتی ہوں کہ مجھے پھانسی ہو جائے تاکہ....."

"ہش"

جاوید نے اس کے ہونٹوں پر اپنا لرزتا ہوا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"مجھے غلط مت سمجھو — میں تیرے لئے بڑے سے بڑے وکیل کروں گا۔ تمہیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ خواہ بوڑھا کیوں نہ ہو جاؤں۔ لیکن تمہارا رہوں گا۔"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں یقین کیوں نہیں آتا؟"

"مرد ذات بڑی بے وفا ہوتی ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم؟"

"بس بہت کچھ سن رکھا ہے میں نے —" وہ بڑے کرب کے ساتھ بولی۔

"میری جان یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں۔ میرے کہنے پر عمل کرو۔ میں خدا کو گواہ جان کر کہتا ہوں کہ میں ایسا مرد نہیں ہوں جیسا تم نے سن رکھا ہے۔"

"اعتبار کر لیتی ہوں، لیکن....."

"لیکن کیا؟"

"آؤ تھوڑا سا پیار کر لیں ـــــ پھر نجانے اللہ میاں موقع دے یا نہ دے۔"

جاوید تھوک نگل کر رہ گیا۔

اس کی جان پر بنی ہوئی تھی اور اس کمبخت بے وقوف لڑکی کو پیار کرنے کی پڑی ہے۔

"کیا سوچنے لگے۔"

"کچھ نہیں۔"

"پھر آؤ۔"

"باہر پولیس موجود ہے اور میرا انتظار کر رہی ہے۔"

"کرنے دو۔ پرواہ کسے ہے۔"

اس کے لہجے میں لاپرواہی تھی۔

جاوید نے مجبوراً اسے بازوؤں کے حلقے میں لے کر ایک طویل بوسہ لیا ـــــ پھر جلدی سے اس سے الگ ہو گیا اور سرگوشیانہ انداز میں بولا۔

"سنو ـــــ تم جو دل چاہے کہو ـــــ لیکن جو بات منع کر چکا ہوں مت کہنا۔"

"اچھا۔"

"آؤ ـــــ اب چلیں ـــــ ورنہ انسپکٹر مشکوک ہو جائے گا۔"

"ایکبار اور گلے لگا لو ظالم۔" ہیرو اپنے دونوں بازو پھیلا کر بولی۔

جاوید دل پر پتھر رکھ کر پھر اس کے گلے آ لگا۔

ہیرو یوں اس سے لپٹ گئی جیسے اب قیامت تک الگ ہونے کا نام تک نہیں لے گی۔

"ہیرو"

"ہوں"

"دیر ہو رہی ہے"

"ابھی دل نہیں بھرا۔"

"پولیس والے تنگ آ کر اندر آ جائیں گے"

"پرواہ نہیں۔"

جاوید تلملا گیا۔

کیا دیوانی لڑکی تھی۔

"کیسا جنون تھا اس کے پیار میں۔"

چاہت کا کیسا پاگل پن تھا۔ جس کے اظہار کے لئے وہ موت کے منہ میں کھڑی محبوب کی آغوش کی تمنا کر رہی تھی۔

"عالی جاہ"

وہ سسک پڑی۔

"کہو ـــــ کہو ـــــ"

"اگر تم نے میرا انتظار نہ کیا تو یقین کر لو کہ میں پھر خون کر دوں گی۔ اس کے بعد جو بھی تیرے قریب آیا میں اسے جان سے مار دوں گی۔" ہیرو

"میں خود اسے جان سے مار دوں گا ـــ جو تیرے بعد میرے قریب آیا۔"

"یقین کر لیتی ہوں"

جاوید نے اسے زبردستی اپنے سے الگ کیا اور اسے لے کر باہر آ گیا۔

انسپکٹر شاید بہت جھلایا ہوا تھا۔

"اتنی دیر ـــ کیا کر رہے تھے آپ اندر"

اس نے غصّہ سے پوچھا۔

"پیار کر رہے تھے"

ہیرو کا انداز بڑا جارحانہ تھا۔

اور انسپکٹر جانے کیوں ہیرو کے اس جواب پر خاموش ہو گیا

وہ چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا۔

پھر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس نے اپنے ایک سگریٹ منتخب کیا۔ ماچس سے اسے آگ دکھا کر ایک طویل کش لیتے ہوئے وہ ہیرو سے مخاطب ہوا۔

"ہاں تو یہ آگ آپ نے لگائی تھی محترمہ"

"معلوم نہیں"

ہیرو کا جواب بڑا خشک تھا۔

"کیا مطلب"

انسپکٹر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ آگ کیسے لگی"

"ہوں"

انسپکٹر نے ایک طویل سانس لی۔

پھر اسے گھورتا ہوا طنزیہ انداز میں بولا۔

"تو تمہیں اس بارے میں نہیں معلوم کہ آگ کیسے لگی ـــ اور کس نے لگائی؟"

"ہاں ـــ مجھے نہیں معلوم"

"حالانکہ باہر سے دروازہ بند تھا۔ اندر شعلے بھڑک رہے تھے۔ مقتولہ چیخ رہی تھی اور تم گھر میں موجود تھیں ـــ لیکن تم نے مقتولہ کی کوئی مدد نہیں کی"

انسپکٹر نے بدستور اسے گھورتے ہوئے کہا۔

ہیرو خاموش رہی۔

"جواب دو"

انسپکٹر قدرے تیز لہجے میں کہا۔

"بھڑکتی ہوئی آگ کے قریب کون جاتا ہے انسپکٹر" ہیرو نے وجہ بتائی۔

"آگ کمرے کے اندر تھی ـــ باہر نہیں تھی"

انسپکٹر نے غرا کر کہا۔

ہیرو نے کوئی جواب نہیں دیا۔

انسپکٹر بھنا گیا۔

چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا۔ پھر قدرے تیز آواز میں ہیرو سے مخاطب ہوا۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔"

ہیرو مسکرائی پھر بولی۔

"اندر ہو یا باہر — آگ آگ ہوتی ہے انسپکٹر اور میں آگ سے بہت ڈرتی ہوں۔"

"ہوں"

انسپکٹر خاموش ہو گیا۔

اس کی پیشانی پر سوچ کی لکیریں نمودار ہوئی تھیں — وہاں پر موجود تمام افراد خاموشی سے کبھی ہیرو اور کبھی انسپکٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ماحول پر گہرا سکوت طاری تھا۔

انسپکٹر چند لمحے تک سوچتا رہا۔

پھر ہیرو کو گھورتے ہوئے اس نے کہا۔ "مقتولہ سے تمہارے تعلقات کیسے تھے۔"

"بہت اچھے — وہ بہت مہربان عورت تھی۔"

ہیرو نے جواب دیا اور جاوید نے اطمینان کا سانس لیا اسے ڈر

تھا کہ ہیرو یہاں کوئی غلط جواب نہ دیدے۔

ہیرو کہہ رہی تھی۔

"اکثر وہ ہمیں ادھار بھی دے دیا کرتی تھی اور ادھار دے کر بھول جاتی تھی۔"

انسپکٹر نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

پھر سر کھجاتے ہوئے اس نے کہا۔

"جب مقتولہ اندر جل رہی تھی تو تم قہقہے کیوں لگا رہی تھیں۔"

"یہ آپ سے کس نے کہا انسپکٹر —" ہیرو نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔

"تمہارے محلے میں ہی کچھ لوگوں نے تمہارے قہقہوں کی آوازیں سنی تھیں۔"

"ہونہہ"

ہیرو نے نفرت سے وہاں پر موجود اپنے محلے کے لوگوں کی طرف دیکھا۔

پھر انسپکٹر سے مخاطب ہوئی۔

"آپ ان لوگوں سے کہیں کہ ان میں سے کوئی ایک شخص بھی مرحومہ کی لاش پر کھڑے ہو کر قہقہہ لگا کر دکھائے۔"

انسپکٹر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"
انسپکٹر کے لہجے میں حیرت تھی۔
"سمجھنے کی کوشش کرو انسپکٹر۔ بات کچھ اتنی مشکل نہیں ہے جو آپ جیسے سلجھے ہوئے آدمی کی سمجھ میں نہ آ سکے۔"
"کھل کر بات کرو محترمہ۔"
انسپکٹر غرایا۔
"میرا مطلب ہے انسپکٹر کہ کیسا ہی شقی القلب انسان ہو ایسے حالات میں قہقہے نہیں لگا سکتا۔ چاہے مرنے والا اس کا دشمن ہی کیوں نہ ہو جب کہ مرحومہ تو مجھ سے بہت محبت کرتی تھی اپنے اور مرحومہ کے تعلقات سے میں آپ کو آگاہ کر چکی ہوں اور یہ بات محلے والے بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔"
"ہوں"
انسپکٹر نے ایک طویل سانس لی پھر بولا۔
"تو تمہارا مطلب ہے کہ محلے کے لوگ جھوٹ بول رہے ہیں یا ان سے تمہاری دشمنی ہے۔"
"نہیں ـــ نہ میری ان سے کوئی دشمنی ہے اور نہ ہی میں نے انہیں جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔"
ہرو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"پھر؟"
انسپکٹر اسے گھورنے لگا۔
"پھر یہ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ میری چیخوں کو قہقہے سمجھ بیٹھے ہوں ـــ اور ظاہر ہے کہ ان کے سمجھنے پر تو کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔"
ہرو کا جواب بڑا مدلل تھا ـــ جاوید جو اسے اب تک ایک بے وقوف اور جاہل لڑکی سمجھے ہوئے تھا ـــ اس کے ٹھوس اور مدلل جوابات سے اس کی ذہانت کا قائل ہو گیا تھا۔ اور دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی تعریف کر رہا تھا اور پیار سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"ہوں ـــ تو آپ چیخ رہی تھیں۔"
"جی ہاں"
"لیکن ـــ"
انسپکٹر کچھ کہتے کہتے رک گیا ـــ پھر اس نے جاوید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیوں مسٹر جاوید ـــ آپ کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں اس مسئلے پر ـــ؟"
"جی فرمایئے"
جاوید محتاط ہو گیا۔

"یہی کہ آپ کے تعلقات مقتولہ سے کیسے تھے ۔" انسپکٹر نے پوچھا۔

"میری بیوی نے عرض کہا ناکہ بہت اچھے تھے وہ بڑی مہربان عورت تھی۔"

جاوید کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ یکلخت مہرو بول پڑی۔ "ان پر تو وہ ضرورت سے زیادہ ہی مہربان تھی۔"

"کیا مطلب"

انسپکٹر چونکا۔

"میں نے کہا کہ میرے شوہر پر زیادہ مہربان تھی۔ کیونکہ وہ اکثر اسے ادھار دے کر بھول جایا کرتی تھی۔" مہرو نے کنکھیوں سے جاوید کی طرف دیکھا۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو" ؟

انسپکٹر غرایا۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں انسپکٹر کہ وہ بہت مہربان عورت تھی ۔۔۔ اس کی محلے میں کسی سے کوئی عداوت نہیں تھی۔ وہ کسی ایسے انسان کو کرایہ دار نہیں رکھتی تھی جو شراب پیتا ہو بے روزگار ہو۔ اور رات کو دیر سے گھر لوٹتا ہو۔"

مہرو ایک لمحے کو رکی ۔۔۔ انسپکٹر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

جاوید کو اس کی موجودہ مداخلت بری لگی تھی۔ لیکن وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا ورنہ جی تو یہی چاہتا تھا کہ دو چار تھپڑ جڑ دے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

نتیجے کے طور پر خون کا سا گھونٹ پی کر رہ گیا۔

مہرو نے اس کی دلی کیفیت کا اندازہ کر لیا تھا۔

وہ زیر لب مسکرائی۔

پھر انسپکٹر کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ہاں انسپکٹر ایک بات اور بھی تھی مرحومہ میں ۔۔۔ جو اسے بری لگتی تھی اور وہ یہ تھی کہ وہ کسی ایسے انسان کو مکان دیتی تھی جو شادی شدہ ہو۔"

"کیا مطلب"

انسپکٹر چونکا۔

"مطلب یہ کہ وہ اس انسان کی بے روزگاری برداشت کر لیتی تھی لیکن اس کا شادی شدہ ہونا اسے گوارا نہیں تھا۔"

مہرو نے بتایا۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ تم کیا سمجھانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

انسپکٹر بہت زیادہ مشکوک ہو گیا تھا ۔۔۔ اب وہ کچھ اور الجھ رہا تھا۔

چند لمحوں تک وہ سوچتا رہا۔
پھر کسی خیال کے تحت وہ جہرو کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔
"کیا تم مقتولہ کو پسند کرتی تھیں؟"
"نہیں"
وہ بڑی صاف گوئی سے بولی۔
اور جاوید کا دل دھک سے رہ گیا

انسپکٹر!
یہ بات کوئی ذلیل سے ذلیل عورت بھی برداشت نہیں کر سکتی
کہ اس کا خاوند کسی اور سے اس کا پیار بانٹ دے میں سوکن
برداشت نہیں کر سکتی تھی انسپکٹر۔ میں ہی کیا دنیا کی
کوئی بھی عورت سوکن کو کسی بھی حالت میں برداشت نہیں
کر سکتی!

مہرو کا جواب انسپکٹر کے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔ چند لمحوں تک وہ حیرت سے مہرو کی طرف دیکھتا رہا۔

پھر ذرا نرم لہجے میں بولا۔

"اسے پسند نہ کرنے کی کیا وجہ تھی؟"

"وجہ بہت معقول تھی۔"

"میں وہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

انسپکٹر نے مہرو کی آنکھوں میں جھانکا۔

لیکن لہجہ اس بار بھی نرم ہی تھا۔

"وہ بڑھاپے میں بھی بہت بنی ٹھنی رہتی تھی۔ سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے یوں غسل کرتی تھی جیسے اپنے شوہر کے بستر سے اٹھی ہو۔ حالانکہ اس کے میاں کو مرے مدتیں گزر گئی ہیں۔" مہرو بولی۔

انسپکٹر بھونچکا رہ گیا۔

اور جاوید

اس کے پورے وجود میں خاصی سردی ہونے کے باوجود ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ پھوٹ پڑا۔

انسپکٹر چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ پھر مہرو کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ مقتولہ کوئی اچھی عورت نہیں تھی۔ کیوں؟"

"اچھی بری کا مجھے نہیں پتہ ۔۔۔ لیکن کم از کم میں اسے پسند نہیں کرتی تھی۔"

مہرو نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"آپ دونوں میرے ساتھ اندر کمرے میں چلیں۔" اچانک انسپکٹر نے جاوید کو مخاطب کیا۔

پھر تینوں اس کمرے میں آ گئے جہاں کچھ دیر قبل جاوید مہرو کے ساتھ باتیں کر چکا تھا۔

مہرو نے بڑی حیرت کے ساتھ اپنے کمرے کو دیکھا اور ایک کراہ کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گئی۔

انسپکٹر کمرے کی اکلوتی کرسی پر بیٹھ گیا۔

اور جاوید مہرو کے قریب چارپائی پر جم گیا۔

اس وقت وہ فردوس سے کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آ رہا تھا۔

انسپکٹر کا یوں دونوں کو الگ کمرے میں لانا بہت زیادہ خطرناک تھا۔ شاید وہ بہت زیادہ مشکوک ہو گیا تھا۔

یا پھر ہو سکتا ہے کہ اس نے اصل بات کی بو سونگھ لی ہو۔ کہتے ہیں پولیس والوں کے کان اور ناک بہت تیز ہوتے ہیں!

چند لمحوں تک کمرے میں سکوت طاری رہا۔ پھر انسپکٹر نے گلا صاف کرتے ہوئے جاوید کو مخاطب کیا۔

"ہاں تو مسٹر جاوید ــــ اس وقت میں بہت اہم سوال آپ دونوں سے کرنے جا رہا ہوں۔ آپ جھوٹ مت بولئے گا۔ کیونکہ اس طرح پولیس اس کیس کو حل کرنے میں دیر لگا دے گی۔"

"فف ... فرمایئے۔"

جاوید تھوک نگل کر بولا۔

"مقتولہ سے آپ کے تعلقات کس نوعیت کے تھے۔" انسپکٹر نے جاوید سے پوچھا۔

جاوید کا دل اچھل کر حلق میں آ اٹکا۔

"اچھے تعلقات تھے۔"

جاوید نے دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا۔

انسپکٹر نجانے کیوں مسکرا دیا۔

پھر ذرا رک کر بولا۔

"ضرور اچھے رہے ہوں گے۔ لیکن میں ان اچھے تعلقات ہی کے

بارے میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ قسم کے تھے۔"

"کس قسم کے سے آپ کی کیا مراد ہے۔"

جاوید نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"آپ بہت سمجھ دار ہیں مسٹر جاوید ــــ اور پھر تعلیم یافتہ بھی اس قدر جاہل نہیں ہیں کہ میری بات نہ سمجھ سکیں۔" انسپکٹر نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ــــ" جاوید محتاط انداز میں بولا۔

"کیا مقتولہ شوقین مزاج تھی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

جاوید بدستور انجان بنا رہا۔

انسپکٹر جھلا گیا۔

اس نے فوراً ہی کچھ نہیں کہا۔ چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ پھر ذرا غصّہ سے بولا۔

"وہ صرف کنوارے انسان کو ہی کرائے دار کیوں رکھتی تھی؟"

"اس کی اپنی کوئی منطق ہوگی اور پھر آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک کمرے میں وہ خود رہتی تھی اور دوسرا کمرہ جو بہت چھوٹا ہے کسی فیملی کے لئے بہت کم تھا۔ ہو سکتا ہے یہی وجہ ہو کہ اکیلے آدمی کو وہ محض اس لئے پسند کرتی ہو کہ زیادہ شور شرابا پسند نہ کرتی ہو۔" جاوید

نے جواب دیا۔

پھر انسپکٹر نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"معقول دلیل ہے۔ لیکن وہ بڑھاپے میں بھی اپنے آپ کو لئے دیئے رہتی تھی ۔۔۔ بنا سنوار کر رکھتی تھی ۔۔۔ اور ۔۔۔ بقول آپ کی بیوی کے ۔۔۔ وہ سردیوں میں بھی ٹھنڈے پانی سے غسل کرتی تھی۔"

جاوید نے مہرو کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

ایک لمحہ رک کر اس نے کہا۔

"میری بیوی کا دماغ خراب ہے۔ آپ اس کی باتوں پر مت جایئے انسپکٹر۔"

"لیکن پولیس ایک بیوی کی باتوں کو بہت پسند کر رہی ہے ۔۔۔ اس کی باتیں ہمیں اس کیس کو حل کرنے میں بڑی مدد دے رہی ہیں ۔۔۔"

جاوید نے بڑی تیزی سے چارپائی پر پہلو بدلا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"دراصل انسپکٹر میری بیوی کی اس سے بنتی نہیں تھی دونوں اکثر الجھ پڑتی تھیں۔"

"الجھتے رہنے کی وجہ کیا تھی مسٹر جاوید ۔۔۔" انسپکٹر نے جلدی

سے پوچھا۔

"میری بیوی کی تنک مزاجی۔ نہ معلوم کیوں میری بیوی گھر کے کام کاج کے معاملے میں بڑی لاپرواہ تھی۔ میرا مطلب ہے کہ ....."

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں آگے کہئے۔" انسپکٹر نے درمیان سے اس کا جملہ قطع کرتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ صبح جو برتن جہاں رکھتے ہیں شام تک وہیں پڑے ہوئے ہیں۔ صحن اگر گندا ہے تو صاف کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی تھی۔ اور انہیں باتوں پر اکثر مرنے والی اسے ٹوکتی رہتی تھی۔"

جاوید خاموش ہو گیا۔

"ہوں"

انسپکٹر نے ایک طویل سانس لی ۔۔۔ اور جاوید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"پھر؟"

"پھر یہ کہ ہوسکتا ہے کہ میری بیوی اس کی حاکمیت پسند نہیں کرتی ہو۔ میری سمجھ میں تو ناپسندیدگی کی یہی ایک وجہ آتی ہے۔"

جاوید بولا۔

"دلیل تو یہ بھی معقول ہے مسٹر جاوید۔"

انسپکٹر مسکرا کر بولا۔

"لیکن میں مطمئن نہیں ہوا۔"

"پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے۔"

جاوید نے بھی مسکرانے کی کوشش کی۔

"تمہاری بیوی کی باتوں سے حسد اور جلن مترشح ہوتی ہے۔ جس سے میں یہ اندازہ لگانے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کیس رقابت کا ہے۔ آپ کی بیوی کو مقتولہ سے نفرت تھی اور نفرت کی وجہ کیا تھی ــــ یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو۔ لیکن ہمیں بتانے سے گریز کر رہے ہو ــــ حالانکہ مسٹر جاوید ہم جلد یا بدیر اصل وجہ معلوم کر لیں گے۔ لیکن کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ ہی ہمارے ساتھ تعاون کریں۔"

انسپکٹر نے اتنا ہی کہا۔ اور پھر اچانک ہیرو کی طرف دیکھتے ہوئے دھماکہ خیز انداز میں بولا۔

"کیوں محترمہ تم نے کمرے میں آگ کیوں لگائی تھی۔"

ہیرو نے اسے گھور کر دیکھا۔

پھر آہستہ سے بولی۔

"نہیں انسپکٹر ــــ مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کب اور کس وقت آگ لگائی تھی۔"

"لیکن تم نے آگ لگائی تو ہے۔"

انسپکٹر نے اسے گھورا۔

ہیرو خاموش رہی۔

"جواب دو"

"مجھے نہیں معلوم۔"

ہیرو لاپرواہی سے بولی۔

"محترمہ۔ کھل جاؤ۔"

انسپکٹر غرایا۔

"ورنہ ...... ورنہ پولیس کے پاس کچھ دوسرے ذریعے بھی ہیں۔"

"ضرور ہوں گے۔"

ہیرو کے لہجے میں بھی تلخی آ گئی تھی۔ "لیکن جو بات میں جانتی نہیں وہ کیسے بتا سکتی ہوں۔"

"کیا تم مقتولہ سے نفرت کرتی تھیں۔"

"نفرت تو نہیں۔ البتہ اسے پسند نہیں کرتی تھی اور پسند نہ کرنے کی وجہ میں آپ کو بتا چکی ہوں۔"

ہیرو نے جواب دیا۔

انسپکٹر اسے گھورنے لگا۔

ایک لمحہ رک کر اس نے کہا۔

"کیا مقتولہ تمہارے خاوند میں کچھ زیادہ دلچسپی لیتی تھی۔"

"میں بتا چکی ہوں کہ وہ میرے شوہر پر بہت زیادہ مہربان تھی

اب آپ اسے جو چاہے سمجھ لیں۔"

"کیا تمہارے خاوند کو رات دیر ہو جاتی تھی گھر آنے میں؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

"ہاں۔ اکثر ایسا ہوتا تھا۔"

"اور کیا تم سو جایا کرتی تھیں۔"

"نہیں۔"

"پھر"

"انتظار کرتی رہتی تھیں۔"

"اس وقت بوڑھی مقتولہ کیا سو چکی ہوتی تھی۔"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"ہوں"

انسپکٹر سوچ میں پڑ گیا۔

پھر بولا۔

"کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ جب تمہارا خاوند گھر آیا تو مقتولہ نے دروازہ کھولا ہو۔"

"دروازہ ان کے آنے تک ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔"

مہرو نے جواب دیا۔

"تم صاف اقرار کیوں نہیں کر لیتیں کہ مقتولہ کے کمرے میں آگ تم نے لگائی۔"

"کیوں اقرار کر لوں۔"

"اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

"میری کس بات میں بہتری ہے۔ میں خود جانتی ہوں۔" مہرو نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"ہم ـــ"

انسپکٹر مہرو کو گھور کر خاموش ہو گیا۔ مہرو لاپرواہی سے کمرے کی چھت کی طرف دیکھنے لگی۔

اچانک انسپکٹر نے جاوید کی طرف دیکھا اور بولا۔

"مسٹر جاوید"

"ہوں"

جاوید سوالیہ نظروں سے انسپکٹر کو دیکھنے لگا۔

"کیا مقتولہ سے آپ کے ناجائز تعلقات تھے۔"

سوال اتنا اچانک اور غیر متوقع تھا کہ جاوید گڑبڑا گیا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

وہ چور نظروں سے مہرو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایسی بات مت کرو انسپکٹر ـــ وہ بڑی شفیق اور مہربان عورت تھی۔"

"میں نے جو کچھ معلوم کیا ہے اس کا جواب دو۔"

انسپکٹر جھلا گیا۔

"آپ کے سوال کا اس سلسلے سے کوئی تعلق نہیں" جاوید گڑبڑا کر بولا۔

"میں تم دونوں کو گرفتار کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا" انسپکٹر نے غصّے سے کہا۔

"لے جاؤ ــــ ہم دونوں کو لے جاؤ ــــ" مہرو نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"تم خاموش رہو پاگل لڑکی"

جاوید نے اسے جھاڑ دیا۔

اچانک مہرو کے تیور بدلے تھے ــــ وہ انسپکٹر کو گھورتے ہوئے بولی۔

"انسپکٹر مجھے یاد آ گیا کہ میں نے اس چڑیل کے کمرے میں آگ لگا دی تھی"

"کیوں لگائی تھی؟"

"وہ بڑھاپے میں عشق کرتی تھی۔ میرا خاوند مجھ سے چھیننا چاہتی تھی۔ اس کا سکون اس نے لوٹ لیا تھا"

مہرو چیخ پڑی۔ اس کا چہرہ جذبات کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا اور وہ کہہ رہی تھی۔

"انسپکٹر ــــ وہ پھر سے جوان ہونا چاہتی تھی۔ وہ میرے خاوند کے ساتھ راتیں بسر کرنا چاہتی تھی۔ میں نے دونوں کی باتیں سنی تھیں

میرا خاوند اس وجہ سے ہر وقت پریشان رہتا تھا ــــ رات گئے گھر لوٹنے کی وجہ بھی وہ بڑھیا تھی ــــ لیکن وہ کمبخت جاگتی رہتی تھی"

مہرو خاموش ہو گئی اور جاوید کو گھورنے لگی۔ انسپکٹر بھی خاموش تھا اور پوری توجہ سے مہرو کا بیان سن رہا تھا۔

خاموشی طویل ہو گئی تو انسپکٹر نے اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر یہ کہ ــــ وہ میرے شوہر کا انتظار کرتی رہتی تھی اور میں رات بھر اس لئے کانٹوں پر لوٹتی رہتی تھی کہ میرے خاوند میں وہ حصہ بانٹنا چاہتی تھی ــــ اس کی جوانی کو دو حصّوں میں تقسیم کرنا چاہتی تھی ــــ اور یہ بات مجھے گوارا نہیں تھی"

مہرو کا چہرہ جذبات سے سرخ ہو گیا۔

انسپکٹر اسے دیکھ رہا تھا۔

ایک لمحہ رک کر اس نے کہا۔

"اور انسپکٹر ــــ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس چڑیل کا قصّہ ہی ختم کر دیا۔

ہاں انسپکٹر ــــ آج میں بہت خوش ہوں۔ بہت مسرور ہوں بے انتہا خوش"

ہرو نے خاموش ہو کر جاوید کی طرف دیکھا جس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو گیا تھا۔

وہ مسکرائی ——— اور انسپکٹر بھی اب پرسکون ہو چکا تھا۔ اس کی محنت رائیگاں نہیں گئی تھی ——— دیر سے ہی سہی، بہرحال ہرو کھل گئی تھی۔

ہرو بدستور مسکرا رہی تھی انداز ایسا ہی تھا جیسے واقعی وہ بہت زیادہ خوش ہو۔ چند لمحے رک کر اس نے پھر کہا۔

"ہاں انسپکٹر میں بہت خوش ہوں۔ آج۔ آج مجھے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے میں آزاد ہو گئی ہوں۔ انسپکٹر تم چاہو تو مجھے پھانسی پر چڑھا دو لیکن میں سچ کہنے سے نہیں ڈرتی۔ مجھے مرنے والی سے شدید نفرت تھی۔ میں اس سے خوفزدہ رہتی تھی۔ مجھے ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ وہ میری جان لے لے گی۔ وہ مجھے مار دینا چاہتی تھی اور میری جگہ خود بستر پہ میرے خاوند کے ساتھ سونا چاہتی تھی۔"

ہرو ایک لمحے کے خاموش ہو گئی اور جاوید کی طرف دیکھنے لگی۔ جاوید کی بہت بری حالت تھی۔ وہ بار بار بے چینی سے پلنگ پر پہلو بدل رہا تھا اور اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

انسپکٹر پوری توجہ کے ساتھ ہرو کی باتیں سن رہا تھا۔ ہرو نے پھر کہنا شروع کیا۔

"اور انسپکٹر ——— یہ بات کوئی ذلیل سے ذلیل عورت بھی برداشت

نہیں کر سکتی کہ اس کا خاوند کسی اور سے اس کا پیار بانٹ دے۔ میں سوکن برداشت نہیں کر سکتی تھی انسپکٹر۔ میں ہی کیا۔ دنیا کی کوئی عورت سوکن کو کسی بھی حالت میں برداشت نہیں کر سکتی۔ ہاں انسپکٹر میں نے وہی کیا جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔ میں نے اسے کمرے میں بند کر کے آگ لگا دی۔ اور میں اپنے کیے پر قطعی پشیمان نہیں ہوں۔ میں نے اسے قتل کیا ہے انسپکٹر۔ اب چڑھا دو مجھے پھانسی پر۔ لگا دو مجھے سولی۔ دے دو مجھے زہر۔ بند کر دو مجھے تمام عمر کے لئے۔"

وہ خاموش ہو گئی۔

انسپکٹر نے ایک ایک طویل سانس لی۔ اور آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے ٹیک گیا۔

اور ہرو ——— یوں اپنے آپ کو محسوس کر رہی تھی جیسے سب کچھ بتا کر ہلکی پھلکی ہو گئی ہو۔ دل کا غبار نکل جانے سے وہ تر و تازہ ہو گئی ہو۔

اے بوڑھی محبت خدا حافظ........

مجھے تیرے انجام پر افسوس ہے........

لیکن وہ پاگل لڑکی تمہیں برداشت نہ کر سکی........

شاید تمہارا یہی انجام تھا...... شاید ـــ!

مہرو پر مقدمہ چلا۔ عدالت میں اس کی بہت بری حالت تھی۔ جاوید نے شہر کے بہت اچھے وکیل کی خدمات حاصل کر لی تھیں جو اسے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ مقدمہ کی نوعیت رقابت کے گرد گھوم رہی تھی۔

کئی ماہ مقدمہ چلتا رہا۔

مہرو کا وکیل۔ اپنی انتہائی کوشش اور تجربہ صرف کرنے کے باوجود مہرو کو سزا سے نہیں بچا سکا تھا۔

بہرحال قتل کا کیس تھا۔

عدالت نے مہرو کو تین سال کی سزا دی تھی۔

جاوید بہت تھک چکا تھا۔

جب وہ مہرو سے ملنے جیل پہنچا تو وہ سلاخوں سے ہاتھ باہر نکال

جاوید سے لپٹ گئی۔

"عالی جاہ"

وہ سسک پڑی۔

"گھبراؤ نہیں — تین سال زیادہ نہیں ہوتے پلک جھپکتے گزر جائیں گے"

جاوید نے اسے تسلی دی۔

"عالی جاہ — تم میرا انتظار کرو گے نا"

"ہاں — میں تمہارا انتظار کروں گا"

"دیکھنا عالی جاہ — پھر نہ کسی سے شادی کر لینا تم بہت بھوکے پیاسے ہو"

جاوید ہلکے سے مسکرا پڑا۔ اور بولا۔

"میں صرف تمہارا انتظار کروں گا"

"میں نے اپنے راستے کی ہر دیوار گرا دی ہے عالی جاہ اگر تم نے پھر کسی سے میرا پیار بانٹا تو میں اس کی بھی جان لے لوں گی"

جاوید نے دونوں ہاتھوں سے اس کے رخساروں کو حصار میں لے کر پیار سے اس کی طرف دیکھا۔

اور پیار سے بولا۔

"میں صرف تمہارا انتظار کروں گا"

"قسم کھاؤ"

"تمہارے جنون اور پیار کی قسم"

"جھوٹے کہیں کے"

ہیرو پہلی بار مسکرائی۔

پھر جاوید چلا گیا۔

وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے پیار میں کس قدر شدت ہے —

ایسی لڑکیاں اس نے بہت کم دیکھی تھیں جو اپنی چاہت کو اس سنگین موڑ تک لے آئیں ...

جو اپنے محبوب کو کسی کے پہلو میں دیکھ کر یوں بکھریں کہ پھر ان کا سمیٹنا مشکل ہو جائے۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کو وہ دل کی گہرائیوں سے پیار کرے گا۔ تا زندگی اس کا انتظار کرے گا۔

گھر کی طرف بڑھتے ہوئے اسے ہیرو کے یہ الفاظ یاد آئے۔

"عالی جاہ۔ میرا انتظار کرنا۔ تم بہت بھوکے ہو پیاسے ہو — کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے پھر کسی کی جان لینی پڑ جائے"

"بے وقوف لڑکی"

جاوید مسکرایا۔

"میں تمہارا انتظار کروں گا"

"تم میری محبت ہو"

"میرا پیار ہو"

جس شدت سے تم نے مجھے چاہا۔ اب میری وحشتیں بھی اپنے اندر مزید رنگ لے لیں گی۔

پھر وہ بڑبڑایا۔

"اے بوڑھی محبت خدا حافظ — مجھے تیرے انجام پر دلی افسوس ہے۔ لیکن وہ پاگل لڑکی تمہیں برداشت نہ کر سکی۔ شاید تمہارا یہی انجام تھا — شاید — ؟

ختم شد

مینا ناز کا رومانی و معاشرتی

ناول

الفت کی قسم

مینا ناز

مکتبہ یادگار کمرہ نمبر ۱۵ قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور